فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	
۲	اظہار تشکر	۹
۳	نعت شریف (کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی)	۱۰
۵	تذکرہ الحاج مولانا پیر عبد الغفور نقشبندی المعروف استاد جیؒ	۱۱
٦	تقدیر بدلتی ہے	۱۲
۷	عالم رؤیا میں سرکار موہڑوی کی زیارت	۱۳
۸	موہڑہ شریف کی حاضری اور شرف بیعت	۱۳
۹	نگاہ شیخ کی فیض رسانیاں	۱۴
۱۰	خلافت و اجازت	۱۵
۱	مزارات اولیاء کی حاضری	۱۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲	فیضِ منامی کی سعادت	۱۶
۳	معمولاتِ وظائف و اوراد	۱۶
۴	دینی و مذہبی خدمات	۱۷
۵	مسلکی خدمات	۱۹
۶	قومی وملی خدمات	۲۰
۷	پاکستان عوامی تحریک میں شمولیت	۲۲
۸	حضور شیخ العالم اور معاصر مشائخ کے ساتھ روابط	۲۳
۹	وصال کی پیشگی اطلاع	۲۳
۲۰	سفر دوبئ کے لیے روانگی	۲۴
۱	دار العلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ میں آمد	۲۴
۲	اہل علاقہ کے تاثرات	۲۶
	نعت شریف (جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا)	۲۸
۳	جشن میلاد النبی ﷺ	۲۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴	محفل میلاد پاک	۳۳
۵	جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند	۳۸
۶	آئیں! ذرا دیکھیں تو سہی!	۴۰
۷	شمع نبوت کے پروانو!	۴۱
۸	کیا ہر نیا کام حرام و مردود ہے؟	۴۱
۹	بدعت سیئہ	۴۳
۳۰	اِسلامی افکار پہ یقین کرنے والو!	۴۳
۱	عید میلاد النبی پر لکھی جانے والی کتب	۴۶
۲	حق کے متلاشی اہل ایمان!	۴۹
۳	آپ خود فیصلہ فرمائیں	۴۹
۴	تاریخ وفات النبی ﷺ	۵۰
۵	سوچنے کی بات ہے	۵۲
۶	تاریخ وفات النبی ﷺ اور راجح قول	۵۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸	خوشی اور غمی منانے کا شرعی ضابطہ	۵۴
	تاریخ میلاد النبی ﷺ	۵۸
۹	بارہ ربیع الاوّل ہی یوم میلاد رسول ﷺ ہے	۵۸
۴۰	راویوں کی توثیق	۵۹
۱	آپ نے بھی دیکھا ہوگا	۶۱
۲	یہ عجب دورخی ہے	۶۲
۳	آیئے! ایمانی آواز پر لبیک کہتے ہوئے	۶۳

اِظہارِتشکر

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں معلم انسانیت نبی آخر الزماں کی امت میں پیدا فرمایا۔ دنیا میں جو شخص کسی بھی صورت میں کوئی علمی کام کرتا ہے تو یہ اس نب سے ہوتا ہے۔ پس اس رب کریم کا صد شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے اور اس کے رسول کریم کے علم کی خیرات سے یہ حقیر سی کاوش پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

اس کام کی تکمیل میں جن افراد نے بھی میرے ساتھ تعاون فرمایا ان تمام کا ممنون احسان ہوں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بالخصوص محترم المقام عظیم محقّق پروفیسر علامہ محمد الیاس اعظمی زید مجدہٗ کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے قبلہ والد گرامی کے مختصر سوانح حیات اور خدمات پر خوبصورت تحریر کو اس کتاب کی زینت بنایا۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پروفیسر صاحب کے علم وعمل اضافہ فرمائے اور جذبہ خدمت دین کو مزید تقویت بخشے۔

اس کے ساتھ میں برادرم محمد حامد الازہری اور عزیزم محمد خلیق عامر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کے جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں میری معاونت کی۔ اللہ پاک ان احباب کے علم وفن میں مزید برکات کا نزول فرمائے۔ آمین

محمد نواز صدیقی

نعت شریف

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی، میرے آقا ﷺ نے عزت بچا لی
یا نبی ﷺ میرے کام آ گئی، تیری نسبت تیری لجپالی
إنما أنا قاسم کا نعرہ، داتا ہونے کا جس میں اشارہ
تو بھی بن جا مانگت اسی کا، سارا جگ جس در کا سوالی
عشق تیرے نے جلوے دکھائے، اجڑے دل کئی کعبہ بنائے
میں نہ رومیؒ نہ جامیؒ نہ سعدیؒ، نہ صدیقی، نہ ہی بلالی
المدد یا نبی ﷺ فرما دیں، کام آئیں قبر میں یہ یادیں
مٹ گئی سب گناہوں کی سیاہی، چھا گئی ان کی کملی کالی
کامل مرشد کی مل جائے نسبت اس طرح تیری جاگے گی قسمت
سالک رہتا ہے رحمت کا سایہ جب سے کامل نسبت پا لی

(محمد نواز صدیقی)

نوٹ: یہ نعت شریف UK سے فون پر دوبئ میں قبلہ والد صاحبؒ کو سنائی گئی۔ آپ کے حکم پر روانگی سے قبل دوبارہ سنائی گئی اور آپ نے اسے بے حد پسند فرمایا اور بار بار اس کو سماعت فرماتے رہے۔ اللہ کریم ان کے عشق رسول ﷺ کی خیرات ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین

تذکرہ الحاج مولانا پیر عبد الغفور نقشبندی

المعروف استاد جیؒ

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد دعوت و تبلیغ اور اصلاح وارشاد کی ذمہ داری آپ ﷺ کی اُمت کے علماء وصلحاء کے سپرد کر دی گئی یوں صدیاں بیت جانے کے باوجود دین محمدی ﷺ کا گلستان ہزار آندھیوں کے باوجود آج بھی لہلہاتا نظر آ رہا ہے۔ تو اس کا سبب پاک طینت، پاکباز اور پاک نہاد علمائے ربانی کی وہ پُر خلوص کاوشیں ہیں جو انہوں نے اس چراغ حق کو روشن رکھنے میں صرف کی ہیں۔ پوری ملت اسلامیہ میں سے بطور خاص صوفیائے عظام اور علمائے کرام ہی کا وہ طبقہ ہے جس نے شجر اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں اور آج اُن کے نام تاریخ اسلام کے ماتھے کا جھومر بن کر چمک رہے ہیں۔ چودہ سو سالہ سے زائد تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے اگر صرف ہستیوں کے نام لکھنے پر ہی اکتفاء کیا جائے تو اس کے لئے ضخیم دفتر درکار ہے۔ مضمون کی تنگ دامنی اگر حائل نہ ہوتی تو ہم اُن محسنین اسلام کے نام ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے، مگر ایسا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے ہم اس قافلہ صدق و یقین کے ایک فرد جن کو الحاج پیر عبد الغفور نقشبندیؒ المعروف استاد جی قدس سرہٗ (۱۹۳۰۔ ۲۰۱۱ء) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کی دعوتی و تبلیغی اور قومی و ملی خدمات کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ نژادِ نو اس مرد حق کی زندگانی کے روز و شب کا مطالعہ کرکے اپنے لئے کامیاب زندگی کی راہیں متعین کر سکے۔

پیر عبد الغفور نقشبندی المعروف استاد جی بن محمد عالمؒ نے قیام پاکستان سے قبل 1930ء میں پٹن خورد کے معزز مغل خاندان میں آنکھ کھولی تو ہر طرف دینی وروحانی ماحول تھا۔ اسی مذہبی ماحول میں انہوں نے پرورش پائی اور ابتدائی دینی تعلیمات سے اپنی شعوری

زندگی تک پہنچے اور پھر اپنے علاقہ کے معروف علماء اور نامور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، ساتھ ہی ساتھ مروجہ عصری تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ 1961ء میں رسمی تعلیم سے فارغ ہوکر ڈاکخانہ میں ملازمت اختیار کرکے رزق حلال کیساتھ عملی زندگی کا آغاز کیا، صرف بائیس روپے (۲۲ روپے) ماہانہ مشاہرہ مقرر ہوا، لیکن بظاہر اس قلیل رقم میں اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قدر برکت دی کہ موصوف اپنی تنخواہ میں سے ہر ماہ ایک روپیہ اپنے علاقہ کی مسجد کی خدمت کے لئے اور اسی طرح ایک ایک روپیہ ذکر حبیب ﷺ کی محفل میلاد، ذکر اہل بیت اور گیارہویں شریف کے لئے خرچ کرنا اُن کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ نہ صرف یہ بلکہ بارگاہ قدسیہ حرمین شریفین کے دیدار کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اسی تنخواہ میں ہر ماہ ایک روپیہ سفر حجاز کے لئے بھی جمع کرتے رہے۔ تو مبداء فیض نے اپنی بارگاہ کے اس مخلص بندے پر یوں کرم نوازی فرمائی کہ دو مرتبہ حج اور متعدد مرتبہ عمرہ کی سعادت کے لئے اپنے حرم اور بارگاہ محبوب ﷺ کی حاضری سے شرف یاب کیا۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

تقدیر بدلتی ہے

مولانا مرحوم جس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے بدنصیبی سے وہاں پر بدعقیدگی کی وبا عام تھی۔ دیوبندی فکر نے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ اس لئے اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی قرار دینے کی رسم عام تھی۔ بالخصوص مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں یہ بیماری بڑی شدت اختیار کرچکی تھی۔ چنانچہ اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوکر ہمارے ممدوح مولانا عبد الغفور بھی ابتداء میں دیو بندیت کی طرف مائل تھے، مگر ہدایت عطا کرنا تو اللہ رب العزت کے ہی دست مبارک میں ہے اور اسباب ہدایت بھی وہی فراہم کرتا ہے۔ یوں جس پر اُس کا خاص فضل و کرم ہو وہ اس پر حق کے دروازے بھی کھول دیتا ہے کچھ ایسا ہی معاملہ مولانا عبد الغفور نقشبندیؒ کے ساتھ ہوا اور مولانا کی تقدیر بدل گئی۔

واقعہ یوں ہوا کہ مولانا مرحوم کے علاقہ میں یا کہیں اور آپ کو خطیب پاکستان حضرت مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں ابن مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی ابن مولانا محمد یوسف کوٹلیؒ خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے بیان کو سننے کا موقعہ ملا، بس پھر کیا تھا مولانا ابو النور مرحوم کا بیان مولانا عبد الغفورؒ کے دل میں اتر کر اسے روشن و منور کر گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

مولانا ابو النور کے خطاب نے مولانا عبد الغفورؒ پر ایسی رقت طاری کر دی کہ وہ پکار اٹھے کہ یہ کوئی مشرک اور بدعتی نہیں ہوسکتا کہ جس کی زبان میں یہ تاثیر ہے۔ گویا کہ حضرت فاضل بریلویؒ کا فیضان تھا جو مولانا ابو النور کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا اور حق کی جستجو نے بے قرار کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک روز سنن النسائی شریف کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ باب استخارہ پڑھا اور اسی رات طلب حقیقت کے لئے استخارہ کیا۔

عالم رؤیا میں سرکار موہڑوی کی زیارت

سنن النسائی کے باب استخارہ کو پڑھنے کے بعد جب آپ نے مسنون طریقہ کے مطابق استخارہ کیا اور آرام فرما ہوئے تو عالم خواب میں آپ نے دیکھا کہ ایک بڑی ذی وجاہت اور نورانی شکل و شباہت رکھنے والی شخصیت ہے اور سبز جھنڈے اٹھائے لوگوں کا ایک بڑا جلوس اُن کے ساتھ ہے جو اللہ ھو، اللہ ھو کا ذکر کرنے میں مشغول ہے، اتنے میں ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ''یہ اللہ کے ولی ہیں'' یہ سن کر مولانا مرحوم خواب ہی میں ان سے ملنے کے لئے آگے بڑھے اور جھک کر ملنے لگے تو انہوں نے فرمایا: مولانا! آپ عالم دین ہیں اوپر اُٹھ کر ملیں۔ چنانچہ آپ اٹھ کر ملے تو اتنے میں آپ کی آنکھ کھل گئی۔

موہڑہ شریف کی حاضری اور شرف بیعت

نیند سے بیدار ہوئے تو خواب میں نظر آنے والی شخصیت کی تلاش میں نکل

کھڑے ہوئے۔ مختلف خانقاہوں اور مزارات پر حاضری دی، یوں منزل کی تلاش میں پھرتے پھراتے موہڑہ شریف پہنچ گئے اور وہاں وہی رنگ اور وہی منظر دیکھا جو اس سے پہلے خواب میں دیکھ چکے تھے۔ سرکار موہڑہ حضرت خواجہ پیر نذیر احمد موہڑوی تشریف فرما تھے۔ جب آپ اُن سے ملنے کے لیے آگے بڑھے اور جھک کر ملنے لگے تو انہوں نے فرمایا: آپ عالم دین ہیں اوپر اٹھ کر ملیں، خواب میں یہی منظر پہلے دیکھ چکے تھے۔ اس لئے اب آپ کو یقین ہوگیا کہ یہی وہ ہستی ہے جس کا دیدار خواب میں کرایا گیا ہے۔ پیر صاحب نے پہلی ہی نظر میں اخلاص ومحبت کے اس پیکر کو بھانپ کر اپنی محبت کا ایسا اسیر بنایا کہ اس طائر محبت کو داخل سلسلہ ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حلقہ ارادت میں شامل ہوکر سرکار موہڑہ کے دامن سے وابستگی اختیار کر لی۔

شیخ کامل نے اپنے اس مرید باصفا کو سلسلہ ارادات میں قبول کرتے ہوئے پہلے دن اس سالک حق کی عملی روحانی تربیت کے لئے انہیں اکتالیس (۴۱) روزہ چلہ کشی کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مربی و مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سری گراں کے مقام پر چلہ کشی کے ذریعہ سے مقاماتِ سلوک کو طے کرنے کے سفر کا آغاز کیا۔

نگاہ شیخ کی فیض رسانیاں

مرشد کامل کے حکم پر جب چلہ کے لئے روانہ ہوئے تو اپنے ساتھ خشک میوہ جات بھی زاد راہ کے طور پر ساتھ رکھ لئے چنانچہ سری گراں میں جب چلہ کے لئے فروکش ہوئے خشک میوہ جات تو چند دن میں ختم ہوگئے مگر اہل علاقہ ابھی تک بے خبر تھے کہ اُن کے درمیان ایک درویش اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تلاش حق میں مشغول ہے۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک بیمار آدمی آپ کے پاس دعا کے لئے حاضر خدمت ہوا، آپ نے دعا کی اور اس کو تعویذ دیا جس کی برکت سے وہ شفایاب ہوگیا، پھر وہ شخص آپ کی خدمت کرنے لگا یوں پورے علاقہ میں آپ کی شہرت ہوگئی۔اہل علاقہ آپ کے عقیدت مند ہوگئے، یوں جب آپ کی چلہ کی منزل پوری ہوئی تو سری گراں کے بہت سے لوگ عزت

واحترام کے ساتھ آپ کو الوداع کہنے کے لئے پٹن خورد تک ساتھ آئے اور اس حد تک آپ کے ساتھ مانوس ہوگئے کہ آج تک عقیدت و احترام کے ساتھ آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

خلافت واجازت

منازل سلوک طے کروانے کے بعد شیخ کامل نے اپنے مرید صادق کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما کر انہیں سلسلۂ بیعت شروع کرنے کی اجازت سے بھی نوازہ، لیکن مولانا مرحوم کی اپنے شیخ کے ساتھ کمال عقیدت تھی کہ آپ نے لوگوں کو اپنا مرید بنانے کی بجائے ہر طالب بیعت کو اپنے مرشد کے حضور حاضر کر کے بیعت کرواتے تھے۔

مزارات اولیاء کی حاضری

اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ مدارج روحانی میں ترقی اور منازل سلوک کو طے کرنے کے لئے وہ مقبولان بارگاہ الہ اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ کی حاضری کے ذریعہ سے روحانی استفادہ و استفاضہ کرتے رہے، صرف ایک مثال حضرت معین الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے حضرت مخدوم الاولیاء سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوریؒ کے مزار مبارک پر چلہ کشی کے بعد ہی یہ کہا تھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اسی لئے حضرت اقبال بھی طالبین حق کو یوں تلقین کرتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

چنانچہ حضرت خواجہ قاسم موہڑویؒ کے آستانہ عزت نشان سے دامن مراد بھرنے کے علاوہ آپ نے اسلاف کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے علاقہ کے علاوہ ملک بھر میں مشہور و معروف اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری دے کر اُن کے روحانی

فیوضات سے اپنے دامن مراد کو نور علیٰ نور کیا۔

فیضِ منامی کی سعادت

دنیائے روحانیت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ مقبولان بارگاہ اس دنیائے ظاہری سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی اپنے متوسلین اور اہل عقیدت کو اپنے فیوضاتِ روحانی سے نوازتے رہتے ہیں۔ کتب تصوف میں ایسے بہت سے واقعات مل جاتے ہیں۔ حضرت مولانا پیر عبد الغفور نقشبندیؒ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہیں بھی عالم رؤیا میں مختلف بزرگان دین نے اپنے روحانی فیوضات سے بہرہ یاب فرمایا، جن میں بطور خاص حضرت خواجہ اویس قرنیؓ، حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑویؒ، حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوہرویؒ، پیر سید علی ہمدانیؒ، حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنویؒ اور حضرت خواجہ قمر الملت والدین محمد قمر الدین سیالویؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔

معمولاتِ وظائف و اوراد

رزق حلال کے وظیفہ کے بعد نماز پنجگانہ کے علاوہ آپ کے یومیہ معمولات میں نماز تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کے نوافل کی ادائیگی اور اپنے شیخ کے عطا فرمودہ وظائف کو روزانہ پڑھنا دائمی معمول تھا۔ آپ کے وظائف میں درج ذیل کتب ہمیشہ آپ کے معمولات میں شامل رہیں۔ قرآن مجید، معروف کتب حدیث، مجموعہ صلوٰۃ الرسول، دلائل الخیرات شریف، حزب البحر دلائل البرکات، ختم غوثیہ اور ختم خواجگان، بالخصوص مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ مہینہ میں ایک مرتبہ ضرور ختم کرتے تھے اور اپنی زندگی میں آخری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے دوران آپ نے مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ کے تیس پاروں کو آقائے دو جہاں علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار میں حاضری کے دوران مسجد نبوی ﷺ میں مواجہ شریف کے سامنے پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔

دینی و مذہبی خدمات

حضرت الحاج عبد الغفور نقشبندیؒ نہ صرف یہ کہ خود احکام دین پر عمل پیرا ہوتے تھے بلکہ دینی و مذہبی معاملات اور سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور لوگوں تک دعوتِ دین پہنچانا بھی ضروری جانتے تھے۔ اس سلسلہ میں بطور خاص محافل میلاد اور گیارہویں شریف کی پاکیزہ مجالس کے ذریعہ سے خوب دینی مقاصد حاصل کرتے۔ آج سے نصف صدی پہلے جب لاؤڈ سپیکر کا استعمال اتنا عام نہیں تھا اس دور میں بھی آپ اپنی گرہ سے کرایہ پر ساؤنڈ سسٹم لے کر اپنے کندھوں پر اٹھائے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے اور مختلف مساجد میں محافل ذکر و نعت کا اہتمام فرماتے تھے۔ ان محافل میں دعوت و تبلیغ کے فرائض سر انجام دینے کے لئے مقامی علماء کو خصوصی دعوت پر بلاتے، یوں عام لوگوں تک دین کی دعوت بھی پہنچ جاتی اور محافل میں رونق بھی خوب ہوتی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ ان روحانی محافل کی سرپرستی پیر طریقت سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحبؒ (پیر آف طوری شریف) فرماتے۔ جب کہ بالعموم حضرت علامہ مولانا قاضی لطف الرحمٰن صاحب لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے نوازا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں آپ کو علوم دینیہ کی اشاعت کا اس قدر شوق تھا کہ آپ نے نہ صرف اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا بلکہ اپنے علاقہ اور قریبی اعزا و اقارب میں سے سینکڑوں طلباء اور طالبات کو ملک بھر کے مختلف دینی مدارس اور یونیورسٹیز میں داخل کروایا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ اگر کوئی ذہین اور شائق طالب علم ہوتا اور وہ نادار ہوتا تو اُس کے تعلیمی اخراجات بھی اپنی جیب میں سے ادا کرتے تاکہ وہ غربت کی وجہ سے نورعلم سے محروم نہ رہ جائے۔ معلم انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔ آج تک دین اسلام کی جو سطوت قائم ہے اس کا بنیادی سبب مراکز علمیہ اور مدارس دینیہ ہیں۔ مسلمانوں کے موجودہ دورِ زوال سے پہلے جب دنیا میں اسلام کا غلبہ تھا اس دور میں اسلاف امت نے دین کی زبانی دعوت و تبلیغ

کے ساتھ عملی اقدامات کے طور پر دینی تعلیم کے مدارس قائم کئے جن میں نہ صرف مذہب سے متعلق تعلیم دی جاتی تھی بلکہ زندگی سے متعلق جملہ علوم وفنون میں رجال کار تیار کئے جاتے تھے۔ پھر انہی مدارس اسلامیہ کے فیض یافتگان نے آگے بڑھ کر دنیائے انسانی کو نئے نئے علوم سے متعارف کروایا۔ تاریخ کے اسی تسلسل کو جاری رکھنے کے لئے الحاج عبد الغفور نقشبندیؒ مرحوم نے بھی اپنی حیاتِ مبارکہ میں دار العلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ کی بنیاد رکھی اور تاحین حیات اس مدرسہ کی نگرانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے، یوں دار العلوم ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے قابل فخر صاحبزادے حضرت علامہ مولانا محمد نواز صدیقی نقشبندی اپنے والد گرامی کے اس مشن کو لے کر آگے بڑھے اس سلسلہ میں انہوں نے اس کام کو مزید مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد بھی رکھی، جہاں علاقہ کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی تعلیم وتربیت کا عمدہ انتظام کا جا رہا ہے۔

علامہ محمد نواز ہزاروی صدیقی ایک جید عالم ہونے کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم راہنما حضور شیخ العالم پیر علاؤ الدین صدیقی (زیب سجادہ نیریاں شریف آزاد کشمیر) کے منظور نظر، مرید صادق اور مقرب خاص بھی ہیں اور شیخ نے بھی اپنے اس مرید کو خوب نوازا ہے، یوں ایک طرف وہ اپنے والد گرامی کے فیوضات کو عام کر رہے ہیں تو دوسری طرف اپنے شیخ کامل کے فیضان کو بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے بعد انہوں نے فروغ دین کے لئے درج ذیل ادارے قائم کئے اور آپ ہی کے دوسرے برادران ان تعلیمی اداروں کی نگرانی کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔

۱۔ دار العلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ جہاں پر علوم عربیہ اور علوم عصریہ دونوں کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، جس میں ناظم کی ذمہ داری مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا حافظ محمد فیاض ہزاروی کو تفویض کی گئی ہے جو بخوبی اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۔ غوثیہ گرلز کالج مولانا مرحوم کے سب سے بڑے صاحبزادے مولانا محمد ممتاز

احمد نقشبندی کی زیر نگرانی بڑے سلیقے کے ساتھ اور تیزی سے علاقہ بھر کی خواتین میں علوم شریعہ کے ساتھ جدید عصری تعلیم کے فروغ میں مصروف عمل ہے۔

ان کے علاوہ دیگر مدارس میں **غوثیہ گرلز کالج پٹن خورد**، **مدرسہ محمدیہ غوثیہ پٹن خورد** اور **مدرسہ عرفان القرآن للبنات پٹن کلاں** بھی اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

مدارس کی تعمیرات کے علاوہ آپ مساجد کی تعمیرات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید کے شہید اوراق کو پاکیزہ مقام پر محفوظ کرنے کے لئے ایک خوبصورت عمارت ''بیت العزت'' کے نام پر آپ کا قرآن مجید کے ساتھ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مسلکی خدمات

حضرت موصوف کو مسلک حق اہل سنت سے والہانہ عشق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت مسلک حقہ کی ترویج اور اشاعت کے لئے ہر لمحہ بے تاب رہتے تھے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عنفوان شباب میں ہی انہوں نے ہر قسم کی رکاوٹ کو پس پشت ڈالتے ہوئے ۱۹۶۰ء میں اپنے علاقہ میں بڑی شان وشوکت اور دھوم دھام کے ساتھ محفل میلاد النبی ﷺ کروانا شروع کی اور ذکر رسول ﷺ کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت کے لئے علماء و مشائخ کی کتب خرید کر علاقہ بھر میں مفت تقسیم کرنا اور اختلافی مسائل پر عوام الناس کو آگاہ کرنا آپ کا تا دم وصال معمول رہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں درود وسلام پیش کرنا تقاضائے ایمان اور سنت خداوندی اور طریق ملائکہ ہے۔ اہل اللہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کو ہمیشہ کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتے رہے ہیں، ہمارے ممدوح مولانا مرحوم کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو درود شریف کا وظیفہ تلقین فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوہرویؒ نے مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ (جو تیس پاروں پر مشتمل

ہے) بڑے عقیدت کے انداز میں مرتب کیا ہے اس کو روزانہ پڑھنا بھی مولانا مرحوم کے معمولات میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ آپ اپنے حلقہ احباب میں جب کسی کو گراں قدر تحفہ دینا پسند فرماتے تو اسے یہی مجموعہ عطا فرماتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۵۰ سے زائد نسخے آپ نے اس درود شریف کے مختلف ارباب محبت کو پیش کئے تھے۔

قومی و ملی خدمات

۱۹۴۰ء میں جب تحریک پاکستان کا آغاز کیا گیا اس وقت تو آپ بالکل نوخیز تھے، مگر قیام پاکستان کے بعد جب بانیانِ پاکستان علماء و مشائخِ اہل سنت نے وطن عزیز کے استحکام اور اس میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کی جدوجہد کا آغاز کیا، تو جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی، اس کے پہلے صدر حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ کو منتخب کیا گیا۔ جن کی قیادت میں یہ قافلہ صدق و یقین کامیابی کی منزلیں طے کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ قمر الملت والدین شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالویؒ کو قائد جمیعت کے طور پر چنا گیا۔ حضرت خواجہ نے آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین ہونے کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ اس قومی و ملی فریضہ کو اس طرح سرانجام دیا کہ جمعیت کا کام بالخصوص پورے مغربی پاکستان میں دور دراز تک پھیل گیا۔ اب جمعیت صرف پنجاب میں ہی نہ تھی بلکہ سندھ، سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) اور بلوچستان تک پھیل چکی تھی۔ بالخصوص جمعیت علمائے پاکستان کو منظّم کرنے اور مختلف علاقوں میں اس کی شاخیں قائم کرنے اور دفاتر کھولنے میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالویؒ کی قیادت میں حضرت مولانا عبد الغفور نقشبندیؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یوں کانگریس و احرار کے ہم خیال لوگوں کی اکثریت کے باوجود عقائد اہل سنت کے تحفظ، ناموس رسالت کی پاسداری کے لئے تاریخی کردار ادا کیا۔ آپ کی غیر معمولی خدمات کے اعتراف کے طور پر حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ قائد جمیعت نے آپ کو صوبہ سرحد میں جمیعت علمائے پاکستان کا کنوینئر مقرر کر دیا۔ بحیثیت کنوینئر آپ نے علاقہ

کی مشہور روحانی شخصیت حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوہرویؒ کے پوتے حضرت صاحبزادہ پیر طیب الرحمٰن کی معیت میں پورے ہزارہ ڈویژن میں جمعیت کو ایک مضبوط مذہبی و سیاسی جماعت بنادیا اور ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہونے والی عظیم الشان اور تاریخی سنی کانفرنس جو ۲۳ مارچ ۱۹۷۰ء کو مولانا عبدالحمید بھاشانی (م ۱۹۷۶ء) کی ''کسان کانفرنس'' جس میں عالم اسلام، نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان کے متعلق تحقیر آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں آل پاکستان سنی کانفرنس جب حضرت خواجہ کی قیادت منعقد کی گئی تو اس میں پاکستان بھر کے دیگر علماء و مشائخ کی طرح علاقہ ہزارہ میں سب سے ایک بڑا قافلہ مولانا عبدالغفور نقشبندیؒ کی قیادت میں اس تاریخ ساز کانفرنس میں شریک ہوا اور یوں قیام پاکستان کے بعد عوامی سطح پر منعقد ہونے والی اس پہلی سنی کانفرنس کی کامیابی میں مولانا مرحوم نے ایک تاریخی کردار ادا کیا۔

حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالویؒ کے بعد جب جمعیت کی قیادت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کے پاس آئی تو انہوں نے بھی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے کارکنان جمعیت کو ایک نیا اہنگ دیا۔ ایک خالص مذہبی جماعت کو پاکستان بھر کی ایک بڑی سیاسی جماعت کے طور پر منوایا تو اس سے اہل سنت کی زندگی میں سیاسی شعور بیدار ہوا، قریہ قریہ اور گھر گھر جمعیت کا پیغام نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ ایک نعرہ کی صورت میں گونجنے لگا تو اس وقت بھی ہزارہ ڈویژن میں اس کی تنظیم سازی اور کارکنان کو منظّم کرنے میں مولانا مرحوم نقشبندی نے بڑا مرکزی کردار ادا کیا۔ جمعیت کو ہزارہ ڈویژن کی مؤثر قوت بنانے کے لیے جگہ جگہ جلسوں کا اہتمام کیا گیا اور بالخصوص بوئی کے مقام پر ایک فقید المثال اور عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا جس میں قائد اہل سنت حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی خطاب فرمایا۔ یہ جلسہ علاقہ بھر کی سیاسی تاریخ کا ایک بڑا عوامی اجتماع تھا جس نے اہل سنت کے اندر قومی وملی اور سیاسی شعور بیدار کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

اس موقع پر قائد اہل سنت نے مولانا پیر عبدالغفور نقشبندیؒ مرحوم کی جمعیت میں

نمایاں ترین خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں جمیعت کی طرف سے الیکشن لڑنے کے لیےٹکٹ دیا مگر آپ نے کمال درجہ ایثار سے کام لیتے ہوئے خود الیکشن لڑنے کی بجائے علاقہ بھر کی معروف اور اہل سنت کی مشہور سیاسی شخصیت کو وہ ٹکٹ دینے کی دلی خواہش کا اظہار کیا۔

پاکستان عوامی تحریک میں شمولیت

سوء نصیبی سے جب کچھ نادیدہ قوتوں کی کارگزاریوں کے باعث جمیعت کا شیرازہ بکھر گیا اور قافلہ منتشر ہوگیا تو پیکر اخلاص حضرت مولانا مرحوم جیسے کارکن جو پورے اخلاص کے ساتھ دینی و مذہبی اور سیاسی میدان میں اپنی خدمات کا پرخلوص نذرانہ پیش کر رہا تھا تو انہیں اس صورتِ حال پر مایوسی ہوئی مگر اُن کی مایوسی کا دورانیہ کچھ لمبا نہیں تھا اس لیے ۱۹۹۰ء میں عالم اسلام کی نامور دینی و سیاسی، مذہبی و روحانی شخصیت قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے ایسے مخلص افراد ملت کو ''پاکستان عوامی تحریک'' کے نام سے ایک نیا سیاسی پلیٹ فارم مہیا کردیا تھا۔ اس لیے اہل درد جو سواد اعظم کے مستقبل کو روشن دیکھنا چاہتے تھے اور قومی و ملی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے حضرت قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قائم کردہ تحریک منہاج القرآن کے سیاسی ونگ پاکستان عوامی تحریک میں شامل ہوکر ارض وطن میں مصطفوی انقلاب کے قافلۂ حق میں شامل ہوگئے۔ ہمارے ممدوح الحاج پیر عبدالغفور نقشبندیؒ کا شمار بھی ہزارہ کے علاقہ میں ان اہل بصیرت میں ہوتا ہے جنہوں نے عصر حاضر کی غلبۂ اسلام کی عظیم عالمگیر تحریک میں شامل ہوکر حضور شیخ الاسلام مدظلہ کے مصطفوی مشن کے فروغ کے لیے تاریخی خدمات سرانجام دیں، نہ صرف یہ کہ اپنے صاحبزادے عزیزم محمد حامد الازھری کو اس مشن کے لیے وقف کردیا بلکہ اپنے بہت سے قریبی اعزا و اقارب کے ذہین بچوں کو تحریک کے پہلے علمی وفکری مرکز منہاج یونیورسٹی لاہور میں حصول علم کے لیے بھیجا جو اس وقت دینی وعصری تعلیم کی تکمیل کے بعد اندرون و بیرون ملک مصطفوی مشن کو فروغ دینے میں عملی طور پر کوشاں ہیں۔

اسی طرح جب ۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں پاکستان عوامی تحریک نے پہلی

مرتبہ حصہ لیا تو اس وقت آپ کے علاقہ میں محمد اقبال رحمانی صاحب نے عوامی تحریک کے ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا اس مرحلہ پر محترم مولانا پیر نقشبندی صاحب نے اپنے قائد کے اس سپاہی کی کامیابی کے لیے نہ صرف افرادی قوت فراہم کی بلکہ مالی معاونت بھی بڑھ چڑھ کر کی۔ علاوہ ازیں تحریک کی طرف سے ہونے والے ہر سطح اور ہر قسم کے پروگراموں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ پیرانہ سالی کے باوجود تادم زیست عملی طور پر تحریک منہاج القرآن کی سرپرستی فرماتے رہے۔

حضور شیخ العالم اور معاصر مشائخ کے ساتھ روابط

آپ کا روحانی تعلق تو موہڑہ شریف سے تھا اس لیے رشد کامل کے وصال کے بعد بھی صاحبزادگان خصوصاً حضرت پیر ہارون الرشید سرکار موہڑوی دامت برکاتھم کے ساتھ ایک قریبی اور عقیدت پر مبنی پرخلوص تعلق قائم رکھا اور تا دم وصال آستانہ شیخ اور مرشد کے دربار گوہر سے فیض یاب ہوتے رہے۔ مرشد خانہ کے علاوہ بھی اپنے ہم عصر مشائخ اور جید علماء کے ساتھ گہرے روابط تھے بالخصوص حضرت شیخ العالم پیر علاؤ الدین صدیقی زیب سجادہ نیریاں شریف کے ساتھ بڑی عقیدت اور روحانی وابستگی رہی صدیقی صاحب مدظلہ نے اپنے خصوصی وظائف کی اجازت سے بھی نوازا، ان کا پڑھنا بھی مولانا مرحوم کا دائمی معمول تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے حضور شیخ العالم کی خصوصی دعوت پر دو مرتبہ برطانیہ کا دورہ بھی کیا اور آپ کی صحبت و معیت سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حضور شیخ العالم کے ارشادات کی روشنی اور سرپرستی میں دار العلوم کا قیام عمل میں لایا، جس کے جملہ انتظامات آپ کے صاحبزادے اور حضرت علاؤ الدین صدیقی صاحب کے مرید خاص علامہ محمد نواز صدیقی صاحب کے ذمہ ہیں۔

وصال کی پیشگی اطلاع

مرحوم کے صاحبزادے علامہ محمد حامد الازھری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے ہم نشینوں سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا: کہ آئندہ آنے والا ربیع الاوّل شریف میری

زندگی کا آخری ربیع الاوّل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آئندہ آنے والا ماہ میلاد ہی آپ کا ماہ وصال قرار پایا اور یوں آپ کی پیشین گوئی ایک حقیقت ثابت ہوئی۔

سفر دوبئ کے لیے روانگی

اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری سال دوبئ میں مقیم اپنے صاحبزادگان محمد اعجاز احمد، محمد سرفراز احمد اور محمد محمود احمد کی دعوت پر آپ دوبئ تشریف لے گئے، یہ ماہ ذی الحجہ کے آخری ایام تھے۔ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ اور صفر المظفر کے دو ماہ وہاں قیام فرمانے کے بعد یونہی ماہِ میلاد ربیع الاوّل شریف کی آمد ہوئی تو آپ نے اپنے علاقہ کی مرکزی جامع مسجد میں منعقد ہونے والی سالانہ تاریخی عظیم الشان محفل میلاد میں شرکت کے ارادہ سے پاکستان واپسی کے لیے رخت سفر باندھا اس لیے کہ یہ محفل کئی دہائیوں سے آپ کی ہی زیر نگرانی و سرپرستی بڑی عقیدت و محبت سے منعقد کی جاتی ہے۔ دوبئ سے واپسی کا سفر بھی ذکر خدا و ذکر مصطفیٰ ﷺ کی پرکیف صداؤں میں شروع ہوا۔ یہاں تک انہی روحانی کیفیات میں آپ نے سرزمین پاکستان پر قدم رنجہ فرمایا۔ راولپنڈی پہنچنے کے بعد سنت نبوی کے مطابق سب سے پہلے آپ اپنی صاحبزادی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس نیک بخت اور سعادت مند بیٹی نے بھی اپنے باپ اور مردِ حق آگاہ کے استقبال کے لیے اپنے گھر پر ایک عظیم الشان محفل نعت سجا رکھی تھی۔ مولانا مرحوم نے اس محفل میں شرکت اور پھر اس سے فارغ ہوکر پٹن خورد ایبٹ آباد اپنے شہر کی طرف سفر پر روانگی سے پہلے نعتوں کی ایک سی ڈی لی اور تمام راستہ میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ سرکار مدینہ ﷺ کی ثنا خوانی سنتے رہے اور بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتے رہے۔

دار العلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ میں آمد

دوبئ سے واپسی کی خوشی میں آپ کے قائم کردہ دار العلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ مدینہ نگر پلاہیر (ایبٹ آباد) کے طلباء نے اپنے شفیق مربی و رہبر کے پرتپاک استقبال کا اہتمام کیا اور آپ کو ایک جلوس کی شکل میں نعرہ تکبیر و رسالت کی روح پرور اور

پرکیف صداؤں کے ساتھ دارالعلوم لایا گیا۔ یہاں پر بھی طلباء نے جہاں پورے دارالعلوم کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بجلی کے قمقموں کے ساتھ دلہن کی طرح سجا رکھا تھا، وہاں انہوں نے موقع کی مناسبت سے روح پرور محفل میلاد کا انعقاد بھی کیا۔ طلباء نے جھوم جھوم کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کئے مولانا مرحوم نے بھی اپنے آقا کریم ﷺ کی بارگاہ عظیم میں ہدیۂ نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، دارالعلوم کی سجاوٹ، طلباء کے ذوق وشوق اور محفل وجد آفریں فضاؤں کو دیکھ کر آپ نے دارالعلوم کے اساتذہ اورطلبا کے ذوق ایمانی پر بے حد خوشی اور کمال مسرت کا اظہار کیا اور سب

لوگوں کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا اور بارگاہ الٰہی میں ان ایمانی جذبات کی قبولیت کی دعا فرمائی اور اس قدر سلیقہ شعاری کے ساتھ محفل کا انعقاد کرنے کی خوشی میں طلبا کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنی جیب سے نقدی کی صورت میں انعامات سے بھی نوازا، بقول اعلیٰ حضرت بریلویؒ

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ یہ جاں فقط دوجہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب ثناء خوانی محبوب حجازی ﷺ کی بدولت محفل اپنے عروج پر تھی اور مولانا مرحوم شمع محفل بنے ہوئے تھے۔ اسی دوران آپ نے اپنے سینہ میں درد محسوس کیا اور پانی طلب کرتے ہوئے ڈاکٹر کو بلانے کا حکم صادر کیا اپنے ہاتھوں خود پانی نوش کیا اور یوں میلاد النبی ﷺ کے مبارک مہینہ میں اور ذکر میلاد کی پاکیزہ محفل میں اللہ تعالیٰ کا یہ مرد درویش اور محبوب رب اللعالمین ﷺ کے مبارکہ مہینہ میں اور ذکر میلاد کی پاکیزہ محفل میں اللہ تعالیٰ کا یہ مرد درویش اور محبوب رب اللعالمین کا عاشق صادق اپنے لبوں پر رسول کائنات ﷺ کی مدحت سرائی کے زمزمے سجائے اپنے ہزاروں عقیدت مندوں کو یہ درس دیتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔

عشق سرکارؐ کی اک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اُجالا ہو گا

اقبالؒ نے بندہ مومن کی یہی تو علامت بیان کی ہے۔

نشانِ مرد مومن باتو گویم
جوں مرگ آید تبسم برلب اوست

نماز جنازہ دوسرے دن بروز سوموار آپ کے علاقہ میں ہی ادا کی گئی۔ جس میں جہاں ہزاروں عقیدت مند شریک ہوئے، ان کے ساتھ ساتھ ہزارہ ڈویژن، آزاد کشمیر اور گردنواح کے علاقوں سے کثیر تعداد میں ناموراور جید علماء ومشائخ نے بھی شرکت کی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی تدفین سے پہلے آپ کی میت کو اسی جامع مسجد میں چند لمحات کے لئے لے جایا گیا جہاں آپ عشروں تک قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا حیات آفرین پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ اور اہل علاقہ کی طرف سے آپ کے ایصال ثواب کے لیے ایک بہت بڑی محفل میلاد منعقد کی جس میں آپ کی دینی و مذہبی اور قومی وملی خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔

اہل علاقہ کے تاثرات

حین حیات تو آپ نے کسرنفی اور فروتنی سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ مگر جب آپ نے اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کو سدھارا تو اس کے ساتھ ہی خلق خدا آپ کی نیکی وشرافت، آپ کی کرم نوازی و رحمدلی کا چرچا کچھ اس انداز سے کر رہی تھی کہ اپنا و بیگانہ ہر کوئی آپ کے حسن اخلاق کی گواہی دے رہا تھا اور ہر زبان یوں رطب اللسان تھی کہ آج ایک عاشق رسول ﷺ ہم سے جدا ہو گیا ہے، آج ایک ولی اللہ ہم کو چھوڑ گیا ہے، ہر آنکھ اشک بار تھی، ہر طرف رنج وغم کی سوگوار فضائیں تھیں۔ مخلوق خدا اس عاشق ساقی کوثر کو اپنے آقا کی نعتوں کی پر کیف صداؤں کے ساتھ الوداع کر رہے تھے۔ دارالعلوم کے بچے جنازے کے ساتھ دیوانہ وار یہ اشعار بلند کرتے جا رہے تھے۔ ''محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلانہیں ہوتا''، ''یا رسول اللہ ﷺ تیرے چاہنے والوں کی خیر'' اعزاء اقارب ہر کوئی غمگسار تھا۔ انہی لمحات میں ذکر الٰہی، درود وسلام کی روح پرور

صداؤں میں اس مرد خدا کو دائمی آرامگاہ میں اتار دیا گیا۔

إنا للهِ وإنا إليه راجعون.

زیر نظر رسالہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے اور صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس کے بانی حضرت علامہ مولانا محمد نواز ہزاروی صدیقی نقشبندی کی ''عید میلاد النبی ﷺ منانے کے جواز اور اس کی روحانی برکات'' کے حوالے سے ایک مدلل، با حوالہ اور خوبصورت تحریر ہے۔ اللہ رب العزت نے علامہ نواز صدیقی صاحب کو زبان و بیان کی خوبیوں سے خوب نواز رکھا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی جب راقم کو اپنی اولین مادر علمی دار العلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ شریف) میں مولف موصوف کے ہم سبق ہونے کا شرف حاصل تھا، اسی دور میں اُن علمی و ادبی تحریر وتقریر اس کا صاف پتہ دیتی تھیں کہ مستقبل میں جو ہر قابل دین اسلام اور مسلک اہل سنت کا ایک روشن ستارہ ثابت ہوگا۔تیس سال قبل کے خیالات آج ایک حقیقت بن کر دین اسلام کے فروغ اور اپنے لائق تعظیم بزرگوں کے لئے نیک نامی کا حوالہ بن کر سامنے آ چکا ہے۔

مبداء فیض نے مولانا محمد نواز ہزاروی صاحب کو دین و دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال کیا ہے اس کی عطا کردہ ان نعمتوں سے زیر نظر رسالہ اپنے والد گرامی کے ایصال ثواب کے لئے چھپوا کر اہل شوق اور ارباب محبت کی خدمت میں ارمغان پیش کیا ہے۔ دعا ہے کہ رب العزت اُن کی اس سعی و کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کو ان کے تمام اہل خانہ والدین، بہن بھائیوں اور ان کی اولاد کے لیے ایک مقبول صدقہ جاریہ بنائے اور تادیر اس کے علمی فیضان کو جاری و ساری رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین

تحریر خادم العلم والعلماء
پروفیسر محمد الیاس اعظمی
۳۱ دسمبر ۲۰۱۱ ، ہفتہ، ۱۲ بجے شب

جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا

سارے جگ تے ہویاں روشنایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
رَل عاشقاں نے خوشیاں منایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
عرشی درود پڑھدے آوندے نیں جھنڈے مائی آمنہ دے گھر اتے لاونے نیں
کھڑی حوراں دینڑھ ودایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
آسمانی تارے اَج مکّے وچ آئے نیں
بے زباناں رَل کلمے سنڑائے نیں
کعبے نیں دتیاں گواہیاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
مائی حلیمہؓ دا بھاگ نے تیرے سونہڑیں
نبی ﷺ کیتی تیری شان اُچیری اے
ویکھدیاں رہ گیاں دایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
حاسد نمانڑیں سَڑ سَڑ جاوندے
سُنڑ سُنڑ نعرے مَر مَر جاوندے
جدوں سُنیاں محفلاں سجایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا
پیر صدیقی سوہنڑاں پیر لجپال اے
جشن میلاد مناوندے ہر سال اے
سالک دے پیر نے رونقاں لایاں جی نبیاں دا نبی ﷺ آ گیا

(محمد نواز صدیقی)

جشن میلاد النبی ﷺ

اسلام دین فطرت ہے اس کی (ہمہ گیر و عالمگیر تعلیمات) اپنے پیروکاروں کی ہر لحاظ سے رہنمائی کر رہی ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس دین مبین کی تعلیمات میں اتنی وسعت و جامعیت رکھی ہے کہ یہ ہر ملک و ملت کے افراد کی ثقافت و ضروریات اور آئے دن پیدا ہونے والے معاملات میں ڈھل جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک، نسل اور زمانہ کے سلیم الفطرت لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہماری ضرورت ہے۔ اس کے دامن رحمت میں پناہ لے رہے ہیں اور ہر زمانہ و نسل کے لوگ اس کے عطا کردہ احکام و نواہی و دیگر زریں اصول اپنانے میں ہی راحت و سکون اور نجات حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ انسان دکھ، سکھ اور خوشی، غمی کی کیفیات و حالات سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ دین فطرت غم و اَلم اور کسی نعمت سے محروم ہونے پر صبر کی تلقین کرتا ہے۔ جان و مال کے لحاظ سے خوشحالی اور نعمت کے حصول پر شکر کرنے، اس کو یاد رکھنے بلکہ اس نعمت کا چرچا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّکُمْ .

(ابراہیم، ۱۴: ۷)

”اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا۔“

حقیقی داتا کے حضور شکر کی بجا آوری کے لیے آپ ذکر و عبادت، سجدے و نوافل، روزے اور صدقات و خیرات بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں شکر کی ادائیگی کے لیے مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک انداز یہ بھی ہے کہ

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ○

(الضحیٰ، ۹۳: ۱۱)

’’اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں○‘‘

یعنی حاصل شدہ نعمت کا ایک دوسرے کے ساتھ تذکرہ کرنا، اتنی کثرت کے ساتھ انعام و احسان کا ذکر اور بیان کیا جائے کہ چار سو اس نعمت کا چرچا ہو جائے۔ شکران نعمت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ○

(المائدة، ۵: ۱۱۴)

’’اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ (نعمت) نازل فرما دے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لیے عید ہو جائے ہمارے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا کر! اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے○‘‘

عیسائی آج بھی ’’اتوار‘‘ کو اسی حوالے سے خصوصیت دیتے اور اپنے رنگ میں عید مناتے ہیں۔ اب مزید قرآن حکیم شکر ادا کرنے کا ایک اور فطرتی بیان کرتا ہے اور خالق دو جہان اس طریقہ کو اپنانے کا خصوصی حکم صادر فرماتے ہیں۔

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○

(یونس، ۱۰: ۵۸)

’’فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں○‘‘

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور رحمت و

نعمت کے حاصل ہونے پر منہ بسور کر اور چولہے اور چراغ بجھاتے ہوئے صف ماتم بچھا کر مت بیٹھ جائیں، یہ شکر کے اظہار کا طریقہ نہیں ہے بلکہ فَلْیَفْرَحُوا یعنی خوشی مناؤ ہے۔ کسی پیاری چیز کے ملنے پر دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فَرَحٌ کہتے ہیں۔ جب دل میں سچی خوشی ہو تو اظہار کے راستے خود پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس کا چہرہ، چال ڈھال اور لباس غرضیکہ افعال و الفاظ بھی اس کی باطنی خوشی کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنی اِستطاعت اور ماحول کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ خصوصی اہتمام کر کے دوسروں کو بھی ان خوشیوں میں شریک کرتا ہے۔ آئے روز ایسے پروگرام آپ دیکھتے رہتے ہیں مذکورہ بالا آیت پاک کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی فضل و رحمت کو یکجا بھی بیان کیا گیا ہے۔

برادران اسلام! کائنات کے وسیع و عریض دسترخوان پر ظاہری اور باطنی چھوٹی اور بڑی لاتعداد و بے حساب نعمتیں خالق کائنات نے بکھیری ہوئی ہیں جن کی تعداد عقل انسانی سے ماوریٰ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان بے حساب فانی نعمتوں میں سے سب سے بڑی لا فانی نعمت کون سی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کون سی ذات ہے، جس کے صدقے میں نعمتوں کی برسات کردی گئی؟ وہ کون سی نعمت عظمیٰ ہے جس کے عطا کرنے پر مؤمنین پر خصوصی احسان جتایا گیا؟ وہ کون ہے، جسے سب سے بڑا انعام اور عظیم ترین فضل قرار دیا جائے اور رحمٰن و رحیم مولا کی سب سے بڑی نعمت و رحمت مانا جائے؟ بلا توقّف و بلاشبہ، قرآنی تعلیمات کی روح سے آشنا اہل ایماں، دل و زباں سے اقرار و تصدیق کی یہی صدائے حق بلند کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد ﷺ ہیں، وہی رحمۃ اللّعالمین ﷺ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نبہانی، امام زرقانی، ابن جوزی امام اسماعیل حقی، عارف ربانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور محدث ابن جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے محدثین ومفسرین نے اپنی کتب میں اس اَبدی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن جوزی سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵۸ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

إن فضل الله: العلم، و رحمته: محمد ﷺ رواه الضحاک عن ابن عباس.
(ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۴: ۴۰)

''ضحاک نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بے شک **فضل اللہ** سے مراد علم (قرآن) ہے اور **رحمت** سے **مراد محمد** ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ورحمت ہے۔ اس پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا آیت کریمہ کی صداقت سے ثابت ہے۔ یوم فتح، قومی دن، مختلف شخصیات کے برتھ ڈے بلا استثناء پوری دنیا میں منائے جاتے ہیں، لیکن یہ خیال رہے کہ جب تک ساری کائنات سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ سے محبت نہ ہو تو ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ان تمام موقعوں پر خوشی کے اظہار کیلئے جو اہتمام کیے جاتے ہیں ان سے کہیں زیادہ جوش ومحبت سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے لیے اہتمام وانصرام ہونا چاہیے، تاکہ امت کا اپنے نبی ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار ہو۔ اس لیے خوشی ومسرت کے اظہار کے لیے چراغاں کرنا، مکانوں، گلیوں اور مساجد کی آرائش کرنا، جھنڈیاں اور بینرز نصب کرنا، عمدہ لباس زیب تن کرنا، خوشبو لگانا، دوران جلوس بلند آواز سے نعرے لگانا، شرکائے جلوس پہ پھولوں کی پیتاں نچھاور کرنا، توپوں کی سلامی دینا، ذکر ونعت کی محافل منعقد کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، غرضیکہ جشن اور عید کا سماں برپا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی محبت وتعظیم کے لیے ہر وہ کام کرنا جسے شریعت مطہرہ نے جائز قرار دیا ہو کارِ ثواب ہے، مستحسن اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا طریقہ ہے اور ذریعہ نجات بھی ہے۔ صاف ظاہر ہے جب جشن عید میلاد منانے کے انتظامات کیے جائیں گے، ان پر اخراجات بھی ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے یہ عقدہ بھی حل فرما دیا کہ جو کچھ تم میرے نبی ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں خرچ کرو گے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَo

''یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیںo''

محفل میلاد پاک

محفل میلاد سے وہ مجلس مراد ہوتی ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے اوصافِ عالیہ، سیرتِ طیبہ، کمالات واختیارات اور خصوصی طور پر آپ کی اس دنیا میں تشریف آوری کا ذکر کیا جائے۔ ایسی بزم کو محفل میلاد النبی ﷺ کہا جاتا ہے۔ اب دل میں ایمانی نور رکھنے والو! درود شریف پڑھتے ہوئے قرآن و حدیث کی آیات و روایات کا نگاہ ایمانی سے مطالعہ کیجئے، آپ کو اس پاکیزہ عمل کی تائید ہی تائید دکھائی دے گی۔ ویسے تو متعدد آیاتِ قرآنی میں جَآء، اَرْسَلَ اور بَعَثَ کے الفاظ میں آمد کا تذکرہ موجود ہے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع میں

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○

(التوبۃ، ۹: ۱۲۸)

”بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں○“

کی تلاوت کر کے خود صاحب قرآن، میلاد بیان کرتے ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱ کی تلاوت وتفسیر اگر ملاحظہ فرمائیں تو خود خالق دوجہاں، عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اکٹھا فرماتا ہے اور پھر ان پاکیزہ ہستیوں کے نورانی اجتماع میں اپنی شان کے لائق خطاب فرماتا ہے۔ تاجدار ختم نبوت کی دنیا میں تشریف آوری کا ذکر فرماتا ہے۔

ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ.

(آل عمران، ۳: ۸۱)

’’پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو۔‘‘

تمام انبیائے کرام، حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم ارواح کی محفل میلاد میں کئے گئے وعدہ کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی اپنی امت کے اجتماعات میں سید المرسلین ﷺ کی آمد کی خوشخبری سناتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت کے درمیان جو ’’اعلانِ خوشخبری‘‘ کیا وہ قرآن کی آیت میں بھی محفوظ ہے۔

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ.

(الصف، ۶:۶۱)

’’اور اُس رسولِ (معظّم ﷺ کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے۔‘‘

موجودہ بائبل میں بھی کئی اشارات اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام کی ولادت کے دن پر سلامتی بھیجی گئی ہے اور منسوب دنوں کو أیامُ اللہ قرار دے کر ان کی یادگار منانے کا حکم دیا گیا۔ یعنی

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللهِ.

(ابراہیم، ۵:۱۴)

’’اور انہیں اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ (جو ان پر اور پہلی امتوں پر آ چکے تھے)۔‘‘

خود سرور کائنات نے پیر کا روزہ رکھا۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاثْنَيْنِ؟ قَالَ ذَاکَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ.

(مسلم، الصحیح، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲)

’’آپ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: میں

اس دن پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا ، یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔''

آقا علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے یوم میلاد کی عظمت اجاگر کی اور اپنی ولادت کی یاد خود منائی۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے مزید یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا بھی سنت ہے۔ خواہ وہ عبادت بدنی ہو جیسے روزہ، نوافل اور خواہ وہ عبادت مالی ہو، جیسے صدقات وخیرات اور تقسیم شیرینی وغیرہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں آپ منبر پر جلوہ فرما ہو کر اپنا حسب ونسب اور خاندانی عظمت کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ولادت اور دیگر انبیاء کے حالات بیان کرتے ہیں بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے بھی آپ کا ذکر ولادت، فضائل اور خصائل بیان کئے اور آپ نے خود سماعت فرمائے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت جو کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے

فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ: مَنْ أَنَا فَقَالُوا أَنْتَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا، وَخَيْرِهِمْ نَسَبًا. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، ۵: ۵۴۳، رقم: ۳۵۳۲)

''پس حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ پس (صحابہ) نے عرض کی آپ پر سلام ہو آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پس مجھے بہترین انسانوں میں پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں

تقسیم فرمایا، تو مجھے ان میں سے بہترین طبقے میں شامل فرمایا۔ پھر اس طبقے کو مختلف قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے (قریش) میں شامل فرمایا، پھر (قریش کے) گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھرانے میں شامل کیا اور سب سے اچھے نسب کا حامل بنایا۔''

دربار رسالت ﷺ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضور ﷺ کی شان اقدس میں نعتیہ اشعار کہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں نعتیہ کلام پیش کرنے والے اصحاب کی تعداد ۹۵ تھی، جنہوں نے نعت کے انداز میں حضور ﷺ سے محبت کا اظہار فرمایا۔ ان کلاموں میں حضور ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان کیے گئے۔ آپ نے میلاد خوانی کرنے والوں کی عزت وتوقیر اور انہیں دعائیں بھی دیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مشہور نعتیہ کلام جو انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا، یہ وہ میلاد نامہ تھا جسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا

وَاَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَیۡنِیۡ وَاَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ

حضور نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے اور ضیافت کا اہتمام فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن النبی ﷺ عقّ عن نفسه بعد النبوة.

(بیهقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۰۰، رقم: ۴۳)

''حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔''

حضور ﷺ نے خود مدینہ منورہ میں پیر کے دن بکرے ذبح کر کے کھانے پکائے اور فقراء مساکین میں تقسیم کیے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ کیا تھا لیکن امام الائمہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ یہ بات کتب سے

ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا عقیقہ آپ کی پیدائش کے ساتویں دن حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کر دیا تھا اور عقیقہ شریعت میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ درحقیقت پیر کے دن خوشی کی صورت میں کھانے پکا کر فقراء میں تقسیم کر کے حضور ﷺ نے اپنا یوم میلاد منایا۔

(سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد، ۶۴، ۶۵)

(یاد رہے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ وہ ہستی ہیں جنہیں ۷۵ بار حالت بیداری میں سرور کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ہی کا ایک ارشاد ہے کہ ''جس جگہ محفل میلاد ہو اس جگہ کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور جب تک محفل جاری رہتی ہے وہ ان کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں''۔)

جب نبی کائنات مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے شہر مدینہ میں داخل ہوئے آپ کے نور سے در و دیوار روشن ہو رہے تھے اور وہاں کے باسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، بزرگ، مرد، عورتیں، جوان اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور روایات میں آتا ہے کہ

تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخِدَمُ فِي الطُّرُقِ، يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدَ يَا رَسُوْلَ اللهِ.

(مسلم، الصحیح، ۴: ۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹)

بچے اور غلام گلیوں میں پھیلے ہوئے تھے اور یا محمد ﷺ، یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے۔ والہانہ عقیدت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استقبالیہ جلوس میں تلواریں اور جھنڈے لہراتے اور **طلع البدر علینا، من ثنیات الوداع** کی نعت سے مدینہ شریف گونج رہا تھا۔ کیا خیال ہے جس کا نام سن کر درود پڑھنے کا حکم ہے، وہ خود تشریف لا رہے ہیں ان کی زیارت ہو رہی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سچے عاشق رسول تھے، انہوں نے درود سلام کے گجرے نہ پیش کیے ہوں گے۔

فتح مکہ کے موقع پر آقا علیہ السلام دس ہزار سے زائد کا جلوس لے کر حرم مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس لشکر میں شامل افراد کے ہاتھوں میں تلواریں اور جھنڈے لہرا

رہے ہیں اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی شان وشوکت کے کلمات اور جناب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں نعتیں دوران جلوس بلند آواز سے پڑھتے جا رہے ہیں۔

(حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۳۶۹، ۳۷۰، رقم: ۵۴۱۷)

خود اللہ تعالیٰ جس نے اپنے نبی ﷺ کومخلوق کے لیے نعمت ورحمت قرار دے کر اس کی آمد پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنے کا حکم دیا، احادیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میلاد رسول ﷺ کے سارے سال ہی نعمتوں کی یوں فراوانی فرمائی کہ قحط سالی کو دور کر دیا گیا۔ ساری زمین سرسبز و شاداب ہوگئی اور خشک اور گلے سڑے درختوں کو پھلوں سے لاد دیا گیا ہر طرف بہار ہی بہار ہوگئی، اسی لیے اہل عرب اس سال کو ہی **سَنَةَ الفَرحِ وَالابتِهَاجِ** (خوشی اورمسرت کا سال) کا نام دیتے ہیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

وقت ولادت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یوں نور کا ظہور ہوا کہ

فَاَضاءَ لي مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

(ہندی، کنز العمال، ۱۲: ۱۷۷)

’’یعنی پوری کائنات کو روشن کر دیا گیا۔‘‘

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس رات کو باہر دیکھا ’’آسمان کے ستاروں نے کعبہ کوگھیرا ہوا تھا

ظَنَنْتُ اَنَّهَا سَتَقَعُ عَلَيَّ.

(سهیلی، الروض الأنف، ۱: ۲۷۹)

’’وہ اتنے قریب تھا کہ گمان ہونے لگا کہ وہ مجھ پر نہ گر جائیں‘‘

گویا اس مولا کریم نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ستاروں کو قمقمے بنا

کر وادی مکہ میں چراغاں کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: رَاَیْتُ جَمَاعَۃَ الْمَلَائِکَۃِ.

یعنی میں نے فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی، ان کے ہاتھوں میں تین سفید جھنڈے تھے۔ انہوں نے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبۃ اللہ کی چھت پر نصب کر دیا۔

(زرقانی، المواہب اللدنیۃ)

یوں فرشتے ہزاروں کی تعداد میں نازل ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے اور جھنڈے لہراتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور دوسری طرف ابلیس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی بدبختی اور بدعقیدگی کی وجہ سے ذات رسول ﷺ سے حسد وبغض کی وجہ سے ولادت رسول ﷺ کی شان وشوکت دیکھ کر صف ماتم بچھا کر رو رہا تھا۔

أنّ ابلیس لعنۃ اللہ رنّ أربع رنات رنۃ حین لعن ورنۃ حین أھبط حین ولد رسول اللہ ﷺ.

(حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۱۱۰)

میلاد النبی ﷺ کے وقت شیطان چیخیں مار کے رو رہا تھا۔

ابولہب جیسا کافر ولادت کی خوشی صرف بھتیجا سمجھ کر کرتا ہے اور اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیتا ہے۔ جب مرتا ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے خواب میں دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں: **مَا ذا لقیت؟ قال أبو لھب: لم ألق بعدکم غیر أني سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ.** اے ابولہب! تیرا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: میں بہت عذاب میں ہوں، اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ ہاں مجھے (اس عمل کی جزا کے طور پر) اس (انگلی) سے قدرے سیراب کر دیا جاتا ہے جس سے میں نے (محمد ﷺ کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

(بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۶۱، رقم: ۴۸۱۳)

برادران اسلام! قرآن و حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کافر بھی جو عمل کرتے ہیں، آخرت میں ان کا اجر نہیں ملے گا۔ آخرت کی جزا صرف ایمان والوں کو نصیب ہوگی لیکن بخاری شریف گواہ ہے کہ ابولہب کو۱۴۳۳ سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے، اسے اس عمل کی جزا مل رہی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔ وجہ کیا ہے؟ علمائے ربانین اور جید محدثین اس حدیث کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں: کہ **ذَالِکَ بِبَرکَةِ النَّبِی ﷺ مِنْ خَصَائِصِہٖ** بے شک کسی کافر کو کسی عمل کی جزاء آخرت میں نہیں ملتی لیکن یہ نبی ﷺ کی خصوصیت میں سے ہے کہ اگر کوئی کافر بھی آپ ﷺ کی میلاد کی خوشی منائے یا آپ کی تعظیم وتکریم میں کوئی عمل کرے تو اس کو آخرت میں جزا عطا کی جائے گی۔

آئیں! ذرا دیکھیں تو سہی!

صحیح بخاری کی اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کافر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد کی خوشی منائے یا آپ کا ادب واحترام کرے اسے اس عمل کی جزا ملتی ہے۔ دوسری طرف اگر ایک کلمہ پڑھنے والا بظاہر شریعت کا پابند نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرلے لیکن اگر اس نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں تھوڑی سی بھی بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب کر دیا، العیاذ باللہ تو قرآن یوں اعلان کرتا ہے کہ

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

(الحجرات، ۴۹: ۲)

”(ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو○“

ایمان کے دعویدار کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ہی معیارِ ایمان کی کسوٹی ہے۔ اگر کوئی داڑھی، عمامہ، تسبیح، مصلّٰی کے نشان رکھتے ہوئے اور قرآن پڑھاتے ہوئے بھی حضور تاجدارختم نبوت ﷺ کے کمالات کا انکار کرے یا آپ کی ذات وشان میں بے ادبی وگستاخی کی ناپاک جرات کرے، وہ یقیناً کامل مومن نہیں ہوسکتا، بلکہ اس میں منافقت

کی یہ سب سے بڑی نشانی پائی جاتی ہے۔

ادب گاهیست زیرِ آسمان از عرش نازك تر
نقش گم کرده می آیند جنید و بایزید ایں جا

شمع نبوت کے پروانو!

مذکورہ بالا حقائق اور قرآن وحدیث سے ایمان افروز دلائل اگر ہو سکے تو دورد شریف پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ مزید پڑھیے اور دوسری طرف جشن عید میلا النبی ﷺ کی مروجہ صورت کے جتنے بھی اجزاء ہیں ان پر ایمانی نگاہ ڈالیے۔ تلاوت ونعت، کمالات نبوت، واقعات میلاد کا بیان، سیرت طیبہ، صوری حسن وجمال کا بیان، خوشی ومسرت کے اظہار کے لیے چراغاں کرنا، جھنڈے لہراتے ہوئے جلوس کا اہتمام کرنا، دوران جلسہ وجلوس درود وسلام پڑھنا، اللہ اکبر، یا رسول اللہ ﷺ کی ایمان افروز صدائیں بلند کرنا اور صدقہ وخیرات کرنا وغیرہ، کیا ان پاکیزہ اعمال کی اصل قرآن وحدیث میں موجود ہے کہ نہیں؟ کیا یہ اہتمام اپنی اصل اور روح کے اعتبار سے مسنون ومندوب ہیں کہ نہیں؟ کیا صدرِ اوّل سے لے کر آج تک یہ نورانی عمل تسلسل سے اُمت میں جاری ہے کہ نہیں؟ خود ہی فیصلہ کیجئے۔ نورِ ہدایت سے روشن دل و دماغ اس کی تصدیق بھی کریں گے اور تائید کرتے ہوئے ایمانی حلاوت بھی محسوس کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کیا ہر نیا کام حرام ومردود ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور کے تقاضے الگ ہوتے ہیں، یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ ایک ہی عمل مختلف زمانوں میں بالکل مختلف شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے لیکن اس کے بدلے ہوئے انداز کے پیچھے وہی اصل روح کارفرما ہوتی ہے۔ اس لیے اس تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھیں ماضی بعید میں فوجی قوت ومہارت کا اظہار تلوار، ڈھال، تیر کمان، کلہاڑے، گھوڑے اور خچر وغیرہ سے کیا جاتا تھا۔ ایسے سامان جنگ کی

کثرت دشمن کو مرعوب کر دیتی تھی لیکن اگر کوئی شخص اصرار کرے کہ آج بھی شوکت اسلام اور فوجی قوت کے مظاہرے کے لیے انہی پرانے جنگی ساز و سامان کو ہونا چاہیے، چونکہ قرآن و حدیث پہ عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اِنہی چیزوں کو اپنایا اور دشمنوں کو زیر کیا لہٰذا اس کے علاوہ اپنی دفاعی طاقت مضبوط کرنے کے لیے جدید اسلحہ کی ضرورت نہیں بلکہ موجودہ دَور کے سامان جنگ آبدوزیں، جنگی بیڑے، حساس آلات، بمبار طیارے، ایف 16، میزائل، جدید توپیں، ریڈار اور ایٹم بم وغیرہ چونکہ سب بعد کی

ایجادات ہیں، بدعات ہیں لہٰذا ناقابل قبول ہیں، انہیں استعمال کرنے والے سب بدعتی ہیں۔ اس کے لیے اسلامی احکام کی روح سے نا آشنا، اپنی تنگ سوچ کی طرح شرعی اصول کو بھی تنگ ہی خیال کرنے والے کی ذہنی تسلی کے لیے اتنی گزارش ہے کہ محترم! یہ قانون ارتقاء کا اظہار ہے، دور جدید نے ضرورت و ہیبت بدل دی ہے ورنہ اصل روح وہی موجود ہے۔ اس لیے یہ جدید ذرائع اپنانا جائز و حرام نہیں بلکہ اب ضروری اور وقت کا تقاضا ہے۔

برادرانِ اسلام! اسی لیے سلف صالحین، محدثین اور محققین نے صدیوں پہلے یہ تصریح کی ہے کہ ہر کام وہ جو عہد رسالت مآب ﷺ میں نہ تھا اور بعد میں کسی ضرورت کے تحت وضع کیا گیا (پیدا کیا گیا) اس کو قرآن وسنت اور اجماع پر پیش کیا جائے، اگر وہ قرآن وسنت اور اجماع کے منافی نہ ہو اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے بھی برا نہ ہو تو شرعی اصول:

اَلأَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الإِبَاحَة.

(شیرازی، التبصرة، ۱: ۵۳۴)

''ہر شئے اپنے اصل کے اعتبار سے جائز ہے۔''

صحیح ہے اور بدعت حسنہ ہے۔ ضرورت کے تحت اس بدعت حسنہ کو بروئے کار لانا کبھی واجب اور کبھی مستحب و مستحن ہوتا ہے قرآن وسنت کے سمجھنے کے لیے علوم نحو و

صرف وغیرہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کرنا بھی واجب ہے۔

بدعت سیئہ:

ہر وہ نیا کام جو کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہو اور جس کی صدرِ اوّل میں کوئی اصل اور مثال موجود نہ ہو اور اسے ضروریاتِ دین میں شامل کرلیا جائے (ضروریاتِ دین، وہ چیزیں ہیں جن کے انکار سے انسان کافر ہوجائے) وہ نیا کام بدعتِ سیئہ ہے۔ اسی کو احادیث میں مردود اور بدعت ضلالہ قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا تصریحات درج ذیل مقتدر، معتمد، معتبر اور مستند شخصیات جنہیں حقانیت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ان کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں، حضرت امام قسطلانیؒ نے شرح بخاری جلد اوّل میں، علامہ ابن حجر مکیؒ نے فتح المجید میں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ دیوبندی علماء کے پیرو مرشد نے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اِسلامی افکار پہ یقین کرنے والو!

آپ خود سوچیں کہ اگر ہر نیا کام مذموم اور مردود ہی سمجھ لیا جائے اور اسے بدعت سیئہ اور ناجائز کہہ دیا جائے تو پھر دین اسلام اور شریعت مطہرّہ کے تقریباً ۷۰ فیصد تعلیمات و معمولات کو بدعت قرار دے کر حرام کہنا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ ایسے نظریہ سے تو شریعت مطہرّہ کا حلیہ ہی بگڑ جائے گا۔ سینکڑوں علماء و محدثین، جنہوں نے وقت کی ضرورت کے تحت دین اسلام کی ترویج و اشاعت، تعلیم و تدریس اور سمجھ بوجھ کے لیے اپنی شب و روز محنت شاقہ کر کے علوم وفنون وضع کیے اور کتابیں لکھیں وہ تو سب بدعتی دکھائی دیں گے جن نئی ایجادات کی وجہ سے قرآن وسنت کو سمجھا جا رہا ہے اور پھیلایا جا رہا ہے وہ بھی ناجائز ہی نظر آئیں گے۔ حالانکہ دینی علوم وفنون، صرف ونحو، منطق و فلسفہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ وغیرہ یہ سارے دینی علوم جو موجودہ دور میں مروّج ہیں نہ

قرآن سے اور نہ ہی حضور ﷺ کی حدیث پاک سے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ثابت ہیں۔ اسی طرح درس نظامی کے ضابطہ کے تحت تعلیم حاصل کرنا، قرآن کریم کی کتابی صورت میں اشاعت کرنا اور الفاظ قرآن پر اعراب لگانا، قرآن مجید اور کعبہ شریف پہ غلاف چڑھانا، مساجد کو پختہ بنانا، تبلیغ وتقریر کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا، مساجد اور مجالس کی تزئین و آرائش کرنا وغیرہ۔ سینکڑوں ایسے امور اور چیزیں جو بعد کی پیداوار ہیں اور خصوصاً موجودہ دور کی ٹیکنالوجی کو اسلام کی تشہیر و اشاعت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

بلا استثناء مسلک و فرقہ تمام علماء و زعما ان امور کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عالمگیر مذہب بنایا ہے اور اس میں لچک و وسعت اور فطرتِ انسانی میں ڈھل جانے کی صلاحیت و قدرت رکھی ہے۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ اسلام ہر زمانے کا مذہب ہے۔اس کے باوجود، اگر کوئی کوتاہ اندیش اسلامی روح کی وسعت سے جاہل ایسے ہر کام کو شرک و بدعت وحرام اور اپنانے والے پر شرک و بدعت کے فتوے لگائے اور امت مسلمہ کے کروڑوں افراد کو مشرک و بدعتی خیال کرے حالانکہ وہ اپنے گریبان میں جھانکے تو وہ بھی سینکڑوں ایسی ہی چیزوں سے لطف اندوز اور فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے اور حقیقتاً اپنے ہی فتوے کی زد میں آ رہا ہے۔ بہرحال ایسی سوچ جہالت کی عکاس ہے۔سلف صالحین کے مؤقف اور اسلام کے آفاقی منشور سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔امت مسلمہ میں اختلافات و افتراق کی ایک سازش ہے۔ برادران اسلام! جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔مسلمان دین اسلام کا پیغام لے کر دنیا کی وسعتوں میں پھیل گئے دوسری اقوام سے رابطے ہوئے، پھر ان کی تہذیب وتمدن اور ثقافت و ماحول میں اپنی اولاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اس بے دینی کے ماحول میں دین اسلام کے افکار ونظریات اور ثقافت و دیگر شعائر اسلامی کی حفاظت و غلبہ اور شناخت قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے ماحول میں پلنے والی نسلیں غیر اقوام کے تہذیب وتمدن اور ثقافت کے غلبہ سے مرعوب ہوکر اپنی اسلامی شناخت سے ہی نہ محروم ہوجائیں۔مسلم قوم کے جید افراد نے دیکھا کہ یہ قومیں

اپنے بڑوں کے دن مناتی ہیں خصوصاً عیسائی اس سلسلہ میں بہت آ گے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن اپنی ثقافت و مذہبی رنگ میں بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں اور کوئی عیسائی اس دن کو منانے سے دور نہیں رہتا۔ یہ ان کا اظہار ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ہم انہیں بھولے نہیں ہیں اور ہر سال ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی یہ شان وشوکت دیکھ کر احساس

کمتری میں مبتلا ہونا شروع ہوگئے اور اسلامی ممالک میں بھی کچھ ایسی صورت حال پیدا ہو رہی تھی۔ قرون ثلاثہ کے جید علماء دین حق کا حقیقی درد رکھنے والے اسلام کی سربلندی کی خواہش رکھنے والے، دانشور سر جوڑ کے بیٹھ گئے، بالاخر انہوں نے اس کا حل نکالا کہ ہم کیسے احساس کمتری سے نکل کر اسلامی نظریاتی و روحانی غلبہ کا اظہار کر سکتے ہیں! ہم مسلمانوں کے لیے سب سے مقتدر، سب سے اعلیٰ و افضل ہستی سید الانبیاء تاجدارِ ختم نبوت سیدنا حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ پاک ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت کی خوشی کا اظہار ہم انفرادی سطح پر غیر منظّم طریقے سے مناتے ہی ہیں بعض روزہ رکھ کر، درود و سلام پڑھتے ہوئے اور کوئی صدقات و خیرات وغیرہ کر کے۔ کیوں نہ وہ سارے انداز و طریقے جن کی قرآن و حدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تائید حاصل ہو، ان کو اپناتے ہوئے منظّم طریقے سے سرکاری سطح اور اجتماعی طور پر جشن میلاد رسول ﷺ منانے کا اہتمام کریں۔ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار کریں۔ نئ نسل آپ کے مقام ومرتبہ سے آگاہ ہو، سیرت طیبہ کے مختلف گوشے ان کے سامنے واضح ہوں۔ محبت رسول ﷺ کے سچے جذبے انہیں نصیب ہوں۔ اس بے دینی کے ماحول میں یہ بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا برملا اظہار کرتے رہیں۔ بس کیا تھا! اِک پر نور ومعطر ہوا کے جھونکے کی طرح یہ ذاتِ رسول ﷺ اور ذکر رسول ﷺ سے منسوب پاکیزہ عمل **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** (الشرح،۹۴: ۴) کے اعلان کی برکت اور غیبی قوت سے اہل اسلام کے درمیان پھیل گیا دلوں میں گھر کرگیا۔ اس کے سبب سے برکتوں اور رحمتوں کے نزول کی بارشیں شروع ہوگئیں۔ دنیائے عرب سے لے کر یورپ کی فضاؤں تک اس تیزی سے غلامان رسول ﷺ

نے اپنایا کہ پورا جہان ہی جشن آمد رسول ﷺ سے مہکنے اور گونجنے لگا۔ آج سے بارہ صدیاں پہلے شروع ہونے والا پاکیزہ عمل کے بارے میں اس وقت کے جید محدثین، اہل نظر علماء اسلام نے اس کے حق ہونے میں فتوے جاری فرمائے اور آئمہ مفسرین نے مستند کتب تحریر کیں۔ اہل اسلام کے جذبہ اسلام اور ولولہ ایمان کو قائم رکھنے کے لیے آنے والے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ محفل میلاد کا یہ مسنون و مندوب عمل صدیوں سے اب تک جاری و ساری ہے۔

عید میلاد النبی پر لکھی جانے والی کتب

علامہ ابن جوزیؒ (۵۱۰ھ تا ۵۷۹ ھ) فن حدیث کے امام، ایک ہزار سے زائد کتب کے تحریر کرنے والے، انہوں نے صدیوں پہلے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایمان افروز دو کتابیں **مولد العروس** اور **المیلاد النبوی ﷺ** تصنیف فرمائیں۔ آپ یوں رقمطراز ہیں:

لازال أهْلَ الحرمين الشّريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبيﷺ ويفرحون بقدوم هلال شهر ربيع الاول.

(ابن جوزی، بیان میلاد النبوی ﷺ، ۵۸)

”مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن الغرض شرق تا غرب تمام بلاد عرب کے باشندے ہمیشہ سے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ وہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔“

المیلاد النبوی ﷺ میں مزید لکھتے ہیں کہ عیسائی اپنے نبی کی پیدائش کے دن کو عید اکبر (بڑے دن) کے طور پر مناتے ہیں۔ اہل ایمان کو اس سے بڑھ چڑھ کر اپنے نبی کے یوم پیدائش پر اظہارِ مسرت کرنا چاہیے۔ شارح بخاری امام قسطلانیؒ بھی محفل میلاد کی انعقاد کی برکتیں بیان کرتے ہوئے اہل اسلام کے اس پاکیزہ عمل کے صدیوں سے

جاری ہونے کی گواہی یوں دے رہے ہیں۔

لا زال أهل الاسلام فی سائر الأقطار والمدن العظام یحتلفون فی شهر مولده ﷺ وشرف وکرم بعمل الولائم البدیعة، والمطاعم المشتملة علی الأمور البهیة والبدیعة، ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات، ویظهرون المسرات و یزیدون فی المبرات، بل یعتنون بقرابة مولده الکریم ونطهر علیهم من برکاته کل فضل عظیم عمیم.

(قسطلانی، المواهب اللدنیه، ۱: ۱۴۸)

''پھر ہمیشہ سے جملہ اھل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور اسکے معیار اور عزت و شرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دستر خوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا۔ اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کہ صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آ تا ہے خصوصی اہتمام شروع کر دیتے ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل کی صورت میں ان پر ظاہر ہوئی ہے۔''

ان کے علاوہ ملت اسلامیہ کے جیّد ائمہ دین و محدثین، علامہ ابن کثیرؒ، ملا علی قاریؒ، امام جزریؒ، امام سخاویؒ، شیخ احمد بن خطیب عسقلانیؒ، شیخ محمد اسماعیل حقّیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، امام نوویؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں جشن میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں اہل ایمان کے معمولات کو بیان کیا۔ برکاتِ میلاد کی وضاحت کرتے ہوئے اس پاکیزہ عمل کی تائید فرمائی اور بعض حضرات نے خود اپنے ہاں محفل میلاد کے

انعقاد کا بھی لکھا ہے۔

دیگر ممالک کی طرح عرب دنیا بھی جشن آمد رسول ﷺ منانے میں کسی سے پیچھے نہ تھی، بالخصوص حرمین شریفین میں نہایت تزک و احتشام سے اہتمام کیا جاتا تھا۔ آل سعود کے اقتدار میں آنے سے پہلے بڑی دھوم دھام سے حرمین شریفین میں جشن میلاد رسول ﷺ منایا جاتا تھا۔ ماہنامہ طریقت لاہور کے شمارہ جنوری ۱۹۷۱ء اور مکہ مکرمہ کے ''اخبار القبلہ'' کے مارچ ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں محفل میلاد کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا کہ اہل مکہ درود و سلام اور نعت خوانی کرتے ہوئے مشعل بردار جلوس کی شکل میں **مولد النبی** ﷺ پر حاضری دیتے ہیں، وہاں عظیم الشان جلسہ ہوتا ہے اور واقعات میلاد بیان کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح حرم نبوی ﷺ میں علما و مشائخ اور حاکم وقت شرکت کرتے ہیں۔ دور دراز سے لوگ جلوس کی شکل میں جھنڈے لہراتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔ اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ مزید تسلی کے لیے ان مستند کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ **الاعلام بالاعلام بیت اللہ الحرام، از شیخ قطب الدین الحنفیؒ، الجامع اللطیف، از** جمال الدین محمد بن جار اللہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، جنہیں تمام مسالک کے علماء اپنا راہنما تسلیم کرتے ہیں، اب ان کی گواہی سے بھی حق یوں واضح ہوتا ہے، کہ آپ فرماتے ہیں: ''میلاد کے دن مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے مولد شریف پہ حاضر تھا، لوگ وہاں آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر میں مشغول تھے۔ درود و سلام پڑھنے اور معجزات و کمالات سننے اور سنانے میں مشغول تھے۔ میں نے باطنی نگاہ سے اس محفل میں انوار و تجلیات کا نزول دیکھا (فیوض الحرمین) اور اسی طرح وہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ میلاد النبی ﷺ منانے کی وجہ سے انہیں سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

(شاہ ولی اللہ، در ثمین فی مبشرات النبی الأمین)

حق کے متلاشی اہل ایمان!

مذکورہ بالا روشن حقائق اور ایمان افروز دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی۔ کہ مرّ وجہ محفل میلاد کے سارے اجزاء کی اصل قرآن و حدیث اور آ ثارِ صحابہ سے ثابت ہے اور صدیوں سے یہ پاکیزہ اور بابرکت عمل اُمت مسلمہ میں تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے لیکن شومیٔ قسمت عصر حاضر میں جب ربیع الاوّل شریف کے پر نور ماہ میں اہل ایمان اپنے آقا و مولیٰ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی ولادت با سعادت کی خوشی میں تعریف و توصیف اور مدحت و ستائش کے لیے ''جلوس و محافل میلاد'' کا انعقاد کرتے ہیں تو ''وہابی دیوبندی فرقہ'' کے علماء اور خصوصاً تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغ ان محافل کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اور منعقد کرنے والوں کو مشرک و بدعتی ہونے کے فتوے دے کر نوجوان نسل کو اس پاکیزہ عمل سے دور رکھنے کی سازش کرتے ہیں۔

برادران اسلام! درج بالا سطور اس پاکیزہ عمل کے بارے میں قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکابر علماء و صلحاء کے ارشادات و معمولات بیان کیے گئے ہیں جن کے جہد، تفقہ، تعامل دین، صالح، مستند اور معتمد ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں جن کے اقوال و افعال کو قرآن و حدیث کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

آپ خود فیصلہ فرمائیں!

ایک طرف وہ علم و حکمت اور دین و دانش کے آفتاب و ماہتاب شخصیات ہیں اور دوسری طرف بدعت، حرام اور شرک کے فتوے دینے والے وہ غیر مستند افراد ہیں، جن کے فرقہ کی ابھی ٹوٹل عمر ڈیڑھ صدی سے زیادہ نہیں ہوئی جو شرک و بدعت کی تعریف تک نہیں جانتے۔ آپ عقل سلیم کے مالک ہیں، کیا محفل میلاد منانا خود شرک اور بدعت سیئہ کو جڑ سے اکھاڑنے والا نہیں ہے؟ کیونکہ جو پیدا ہوا ہو، وہ کبھی إلٰہ نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت یہ عقیدۂ توحید کا پرچار ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے سارے کمالات و اختیارات کو دل و جان

سے ماننے کے باوجود انہیں حقیقی عبد کامل ہی ہونے پر یقین کرتے ہیں۔ آج بھی سروے کر کے دیکھ لیں، ساری دنیا جشن میلاد سے شاد و آباد ہے، سوائے ''وہابی نجدی فرقہ'' کے کوئی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

اس فرقہ کے علماء کہتے ہیں ''میلاد النبی ﷺ کے لیے لوگوں کا جمع ہونا ایسا کام ہے جو دورِ نبوت میں نہیں ہوا، اس لیے یہ بدعت سیئہ اور مردود و حرام ہے'' ان سے اتنی گزارش ہے کہ اگر محفل میلاد کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کیا ہے تو اس پہ دوسرے معاملات میں بھی قائم رہیں اور ہر وہ چیز جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی اس کو بدعت ضلالہ قرار دیتے ہوئے اسے اپنی دینی اور دنیاوی سرگرمیوں سے خارج کر دیں تو پھر مانیں گے کہ آپ کے قول و فعل میں تضاد نہیں اور کبھی یہی لوگ عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں پہ یہ اعتراض کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت اور وفات ایک ہی دن ہے۔ لہٰذا خوشی منانے کے بجائے اس دن وفات النبی ﷺ کا سوگ و غم منانا چاہیے اور اس مقدس عمل سے عوام الناس کو دور رکھنے کے لیے اشتہارات و تقاریر سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ''اہلسنت والجماعت وفات النبی ﷺ کی خوشی مناتے ہیں'' العیاذ باللہ یہ ان کا سفید جھوٹ ہے اُمت مسلمہ بفضل تعالیٰ اپنے آقا و مولیٰ حضور سید دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتے ہیں۔ کسی اَن پڑھ سے اَن پڑھ مسلمان یا کسی چھوٹے بچے سے بھی پوچھ لیں وہ بھی برجستہ یہی کہے گا کہ ہم آمد رسول ﷺ کی خوشی میں جشن عید میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں۔

تاریخ وفات النبی ﷺ

درحقیقت یہ ان لوگوں کی خدا تعالیٰ سے بے خوفی اور علمی بد دیانتی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حق کے چمکتے دمکتے آفتاب کو اپنی ناکارہ انگلی سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ علم و تحقیق اور تاریخ اسلام سے روشناس لوگ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے چار قسم کی روایات منقول

ہیں۔

۱) **۱۲ ربیع الاوّل،** یہ روایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۲) **۱۰ ربیع الاوّل،** یہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲:۲۶۰)

۳) **۱۵ ربیع الاوّل،** یہ قول حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

۴) **۱۱ رمضان مقدس،** یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

(سمعودی، وفاء الوفا باخبار المصطفی، ۱: ۳۱۸)

اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ۱۲ ربیع الاوّل کی سند کے بارے میں ائمہ حدیث کی رائے دیکھ لیتے ہیں کیونکہ دیگر تاریخوں کو آئمہ حدیث اور مؤرخین نے قابل استدلال سمجھا ہی نہیں۔ اس روایت کا ایک راوی ''محمد بن عمر الواقدی'' جس کے بارے امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام ابو حاتم الرازیؒ اور امام نسائیؒ نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ ''واقدی'' اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا وہ ثقہ (قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: کہ واقدی کذاب ہے جو احادیث میں تبدیلی کر دیتا تھا۔ امام ذہبی نے کہا: کہ واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر آئمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے۔

(ذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۲: ۴۲۵۔۴۲۶)

یہی وجہ ہے کہ جمہور علمائے اسلام کے نزدیک بارہ ربیع الاوّل کو وفات بتانی والی روایت پایۂ اعتبار سے بالکل ساقط ہے۔ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوا بارہ ربیع الاوّل کو یوم وفات قرار دینا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی صحت اسناد کے ساتھ ائمہ تابعین سے ثابت ہے۔

سوچنے کی بات ہے

کہ جب وصال نبوی ﷺ کے چشم دید گواہ صحابہ کرام ﷺ اور ان کے شاگرد ائمہ تابعین سے یہ قول صحت کے ساتھ ثابت ہی نہیں تو بعد کے مؤرخ کو کس ذریعہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ وفات نبوی بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی؟ حالانکہ قانون ہیئت وتقویم کے لحاظ سے بھی ''بارہ ربیع الاوّل'' بروز سوموار کسی طرح ممکن نہیں، امام ابو القاسم عبد الرحمان السہیلیؒ المتوفی (۵۸۱ھ) جو کہ مشہور محقق، محدث و مؤرخ ہیں وہ فرماتے ہیں:

وَ کَیْفَ دَارت الحالُ عَلٰی هٰذا الحِسَابِ فَلَمْ یَکُنِ الثَّانِیُ عَشَرَ مِنْ رَّبِیْعِ یَوْمَ الاثنین ولا الأربعا أیضاً.

(سہیلی، الروض الأنف، ۴: ۴۴۰)

''اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہومگر بارہ ربیع الاوّل (یومِ وفات) کسی بھی صورت میں نہ بروزسوموار آسکتا اور نہ ہی بدھ کے دن۔''

پھر یہی مضمون اور مؤقف نہایت زوردار الفاظ میں اُمت مسلمہ کے ماتھے کے جھومر مشہور محققین و مؤرخین اسلام امام محمد شمس الدین الذہبیؒ نے ''تاریخ اسلام''۔ امام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' ۸: ۱۲۹، امام حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' ۲۵۶:۵، امام علی بن برھان الدین الحلبیؒ نے ''السیرۃ الحلبیۃ ۴۷۳:۳ وغیرھم نے اپنی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ الغرض بارہ ربیع الاوّل یوم وفات ہونا عقلاً، نقلاً کسی لحاظ سے بھی ثابت نہیں۔

(حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۲: ۱۶۰)

یہ بھی یاد رہے مذکورہ بالا کے علاوہ دیوبند کے مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی نے یکم ربیع الاوّل کو یوم وفات قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح بانی فرقہ وہابیہ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے بیٹے شیخ عبداللہ نجدی نے بھی آٹھویں ربیع الاوّل کو یومِ وفات لکھا ہے۔

(شیخ عبداللہ نجدی، مختصر سیرۃ الرسول: ۹)

تاریخ وفات النبی ﷺ پر راجح قول

قارئین محترم! بیان کردہ تمام تاریخوں میں سے قدیم سیرت نگار، جیّد محدثین اور مستند مفسرین، فقید المثال مؤرخین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے دو تاریخوں کو ترجیحاً اور تائیداً بیان کیا ہے۔

اوّلاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما (۱) و سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۲) سے اُن کے تلامذہ اکابر آئمہ تابعین میں سے امام شہید حضرت سعید بن جبیر (۳) امام سلیمان بن طرخان التیمی (۴) حضرت غترہ بن عبدالرحمان الشیبانی (۵)، حضرت سعد بن ابراہیم (۶)، حضرت محمد بن قیس المدنی (۷) اور امام محمد باقر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے جید سندوں کے ساتھ کہ دو ربیع الاوّل کو وصال بکمال ہوا۔

ثانیاً: حضرت عروہ بن زبیر، حضرت موسیٰ بن عقبہ، امام ابن شہاب زُہری، امام لیث بن سعد، امام ابونعیم (۸) الفضل بن دُکین سے یکم ربیع الاوّل وفاتِ نبوی ہونا مروی ہے۔

(۱) طبری، جامع البیان، ۶:۵۱
(۲) طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳:۱۹۷
(۳) سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۱:۲۷
(۴) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷:۲۳۴
(۵) بغوی، معالم التنزیل، ۱۷: ۲۳۴
(۶) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵۵
(۷) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵۵

برادرانِ اسلام: یکم اور دوم ربیع الاوّل میں کوئی فاصلہ نہ ہونے اور اس زمانے کے حالات کی بناء پر دونوں میں تطبیق مشکل نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں قول تقریباً ایک ہی ہیں۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری میں نہایت

مفصل بحث کر کے ''دوم ربیع الاوّل کو ہی ترجیح دی اور بارہ ربیع الاوّل کو یوم وفات ہونے کی روایت کو عقل و نقل کے خلاف ثابت کر کے راوی کا وہم ثابت کرتے ہوئے غلط قرار دیا۔ ان کے علاوہ معتمد مفسرین و محدثین کا بھی اسی پر اجماع ہے۔ اس پر تقریباً تمام کتب شاید عادل ہیں۔

لیکن شومئ قسمت دیوبندی، وہابی علماء اپنی عادت و مشن کے مطابق شان رسالت ﷺ کا یوں برملا چرچا برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے سلف صالحین، اکابرین اُمت کی تحقیق و تائید کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک مؤرخ کے بے سند قول کو ترجیح دیتے ہوئے واویلا کر رہے ہیں حالانکہ وہ دیگر نظریات کی طرح اس مؤقف میں بھی علمائے اُمت کی تائید سے بالکل محروم ہیں۔

خوشی اور غمی منانے کا شرعی ضابطہ

قارئین محترم! آپ نے بھی دیکھا ہوگا جشن میلاد رسول ﷺ کے انعقاد کے روز بروز اضافہ سے یہ لوگ کچھ عجیب بوکھلاہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی تحریر و تقریر میں یہ الفاظ بھی دکھائی اور سنائی دیتے ہیں کہ یہ بدعتی لوگ وفات کا غم منانے کے بجائے خوشی مناتے ہیں۔

ایسا لگتا ہے تعصب اور شدت پسندی کی وجہ سے یہ پاسبان شریعت ہونے کی دعویدار ''خوشی اور غمی منانے کا شرعی ضابطہ'' بھی جان بوجھ کر بھول جاتے ہیں حالانکہ اگر بالفرض بارہ ربیع الاوّل ''یوم وفات'' مان بھی لیا جائے تو پھر بھی سوگ منانا ممنوع ہی ہوگا

کتب حدیث میں یہ چمکتی دمکتی روایت سوگ و غم منانے کے شرعی ضابطے کو بالکل واضح کر رہی ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنْ النَّبِيِ ﷺ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

(بخاری، الصحیح، ۱: ۱۱۹، رقم: ۳۰۷)

’’حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع فرما دیا گیا تھا مگر اپنے خاوند کا چار ماہ دس دن ہے۔

جبکہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً ہمیشہ، بار بار منانا، شکر ادا کرنا محبوب و مستحب عمل ہے، بارہ ربیع الاوّل حضور سید دو عالم ﷺ کا یوم میلاد ہے کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی نعمت عظمیٰ ہے اور قرآن نے نعمت کے نزول کے دن کو یوم عید قرار دیا ہے جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کے دن کو اوّلین و آخرین (پہلے اور بعد میں آنے والوں کے لیے یوم عید قرار دیا۔

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَo

(المائدۃ، ۵: ۱۱۴)

’’عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ (نعمت) نازل فرما دے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لیے عید ہوجائے ہمارے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا کر! اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہےo‘‘

دیکھئے سیدنا آدم علیہ السلام جمعۃ المبارک کو پیدا بھی ہوئے اور اسی روز وصال بھی ہوا۔

فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْهِ قُبِضَ.

(نسائی، السنن، ۱: ۵۱۹)

اسی دن کے بارے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ هٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ جَعَلَهُ اللهُ لِلْمُسْلِمِیْنَ.

(ابن ماجه، السنن، ۱: ۳۴۹)

’’یہ یوم عید ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے۔‘‘

جمعہ کا دن یوم میلاد النبی ﷺ بھی اور یوم وفات النبی ﷺ بھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وفات کے غم کو نظر انداز کرتے ہوئے یوم میلاد کی خوشی کو باقی رکھا اور ہر جمعہ کو عید منانے کا حکم دیا۔ مسئلہ دن کے اُجالے کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک ہی دن غمی اور خوشی کے واقعات جمع ہوجائیں تو از روئے شریعت غمی کی یاد تین روز کے بعد ختم کردی جاتی ہے اور خوشی کی یاد ہمیشہ باقی رکھی جاتی ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاوّل یوم میلاد و فات مان بھی لیا جائے تو وفات کا سوگ وفات کے تین روز بعد ختم ہوچکا اور اب میلاد کی خوشی قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ ذرا بحیثیت مومن درود شریف پڑھتے ہوئے سوچیں کہ ہم کس کا سوگ وغم منائیں اور کیوں منائیں؟۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ سوگ وغم تو ہمیشہ اس کا کیا جاتا ہے جو مرجائے اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد و اثرات اختتام پذیر ہوجائیں۔ مثال کے طور پر بیٹے کی وفات پہ سوگ وغم اس لیے منایا جاتا ہے کہ وہ بھی اور اس کے ذریعے ملنے والے فوائد بھی ختم ہوگئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم صدیوں مابعد پیدا ہونے والے فرزندان توحید اپنے نبی رحمۃ اللعالمین تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے وصال بکمال کا غم منائیں تو کیوں منائیں۔ غم تو اس کا منایا جاتا ہے جو مر جائے اور ختم ہوجائے۔

ہمارے نبی ﷺ تو اَمر ربی کی تعمیل کے بعد بے مثل برزخی حیات رکھتے ہیں۔ وہ شہیدوں کے بھی آقا ﷺ ہیں وہ تو حیات ہیں۔ آپ ﷺ تو اب بھی گنبد خضریٰ میں جسد نبوت کے ساتھ تربت اطہر میں موجود ہیں اور خدا داد کمالات یعنی نورِ نبوت، رحمت، شان شاہدیت اور روحانی استداد سے چار سو جلوہ گر ہیں۔ وہ آفتاب نبوت (سراجاً منیراً ہیں)۔

فرق صرف اتنا ہے کہ تریسٹھ سالہ ظاہری حیات میں اپنے بھی دیکھتے تھے اور غیر بھی لیکن اب صرف اپنے ہی دیکھتے ہیں، اب دل بینا اور صاحب نظر ہی دیکھتے ہیں۔ کئی بانصیب خواب میں زیارت کے مزے لوٹتے ہیں اور کئی خوش نصیب ایسے بھی ہیں

جنہیں وہ حالت بیداری میں اپنا دیدار دیتے ہیں۔ لا تعداد عشاق رسول ﷺ کے واقعات سینکڑوں کتب میں موجود ہیں۔ ہمارا تو کلمہ ہی ہر لمحہ اس حقیقت کی گواہی دے رہا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه.

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

بالاتفاق علمائے امت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے وہ دائرہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات، شان حیات اور فوائد و اثرات کے ساتھ موجود ہیں اور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ ہیں۔ اسی طرح جب امت مسلمہ کی کثرت اپنے آقا و مولیٰ کی آمد کو سب نعمتوں کی جان یقین کرتے ہوئے، شرعی حدود میں رہتے ہوئے شکرانِ نعمت کے مختلف انداز اپناتے ہوئے نعمت عظمیٰ سرورِ عالم ﷺ کی شان وعظمت کا چرچا کرتے ہیں تو جشن کا سماں بن جاتا ہے اور جب ہر طرف قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوا، حکم خداوند پر عمل ہوتا ہے اسلامی ممالک کے علاوہ بھی جب یورپ کے در و دیوار اللہ اکبر اور

سیدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھتے ہیں۔ تو اپنے بھی اور غیر دنیا بھی وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی جھلک جب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کس طرح دیارِ غیر میں بھی سچے نبی ﷺ کے نعرے بلند ہو رہے ہیں تو غیرمسلم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ سینکڑوں غیر مسلم جشن میلاد النبی ﷺ کی پرنور اور رحمتوں سے بھرپور تقریبات دیکھ کر اور شریک ہوکر میلاد والے نبی ﷺ کی غلامی میں آگئے اور آ رہے ہیں اور آج یورپ کے اندھیرے نورِ اسلام سے اُجالوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ یوں منظرکشی کرتے ہیں۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ ورفعنا لک ذکرک دیکھے

تاریخ میلاد النبی ﷺ

ملت اسلامیہ کا اپنے پیارے نبی ﷺ سے محبت و عقیدت کا یہ والہانہ انداز بھی دیوبندی وہابی علماء برداشت کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس بابرکت عمل سے عوام الناس کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ مشہور نجومی، ماہر فلکیات، محمود پاشا فلکی کی تحقیق و حساب کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاوّل آپ ﷺ کا یوم میلاد نہیں ہے۔ پھر اپنی تحریر و تقریر میں بڑے زور دار الفاظ میں اس کی تائید میں گفتگو کرتے ہیں۔

برادران اسلام ۹ ربیع الاوّل کا قول نہ کسی صحابی تابعی اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی شخصیت کا ہے۔ یہ صرف اور صرف محمود پاشا فلکی کی تحقیق ہے اور اسے صرف اور صرف برصغیر کے بعض سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ مؤرخ خود بھی حتمی طور پہ نہیں جانتے کہ محمود پاشا کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ تحقیق ان کی کس کتاب میں موجود ہے اور اس کا نام کیا ہے پھر

اگر ایک ماہر فلکیات کی یہ تحقیق ہے بھی تو کیا ہوا۔ اہل علم جانتے ہیں سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی بھی کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ان حضرات کی سوچ کا زاویہ کیا عجیب رنگ پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے برعکس ''بارہ ربیع الاول یومِ میلاد ہونا'' صحابہ کرام ﷺ ،تابعین، فقید المثال مفسرین و محدثین مستند مؤرخین اسلام کی بیان کردہ روایت ہے۔

بارہ ربیع الاوّل ہی یوم میلاد رسول ﷺ ہے

ولادت با سعادت کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام ﷺ سے صرف ایک ہی قوی و مستند روایت بارہ ربیع الاوّل کی منقول ہے۔ عفان اور سعید بن مینا سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا:

ولد رسول الله عام الفیل یوم لاثنین الثانی عشر من ربیع الاول.

(ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۳: ۱۰۹)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں بروز سوموار بارہویں ربیع الاوّل کو ہوئی۔''

راویوں کی توثیق

اس کی سند میں پہلے راوی عفان کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایۂ امام، ثقہ اور صاحب ضبط ہیں اور سعید بن مینا دوسرے راوی ہیں یہ بھی ثقہ ہیں۔

(حزرمی، تذہیب الکمال، ۲۶۸:۱۴۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو جلیل القدر فقیہ صحابیوں کی صحیح الاسناد روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت مقدس بارہ ربیع الاوّل عام الفیل میں بروز سوموار ہوئی پھر عالی مقام تابعین سمیت فقید المثال مؤرخین اسلام نے اسی مؤقف کو اپنایا۔ عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاقؒ، امام ابن جریر طبریؒ اور دورِ حاضر کے عظیم سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون ہیں۔

(ابن ہشام، السیرة النبویه، ۱: ۱۷۱)

بلکہ حضرت زبیر بن بکار، امام ابن عساکر، امام جمال الدین، ابن جوزی، ابن الجزار، شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے بارہ ربیع الاوّل کو یوم میلاد ہونے پر اہل تحقیق کا اجماع نقل کیا ہے کہ یہی علماء و اہل اسلام کا مسلک ہے۔

(زرقانی، المواهب اللدنیة، ۱:۱۳۲، ما ثبت من السنة، ۹۵؛ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، ۸۰:۸۱)

سعودی حکومت سے پہلے ملکی سطح پر بارہ ربیع الاوّل ہی کو اہل مکہ و مدینہ کا میلاد

شریف منانے کا معمول تھا۔کتاب شمائم امدادیہ، مرشد اکابر علماء دیوبند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

حق کے متلاشی میرے اسلامی بھائی! اللہ کریم نے آپ کو عقل وخرد کی دولت عطا کر رکھی ہے۔خود ہی ایمانی نگاہ سے مذکورہ بالا نگارشات پر ایک بار پھر پڑھ لیں خود ہی منصف بن جائیں اور فیصلہ فرمائیں۔

''۹ ربیع الاوّل یوم میلاد ہونا'' صرف اورصرف غیرمعروف ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی کی نامعلوم کتاب سے لی جانے والی تحقیق ہے جسے صرف پاک و ہند کے بعض مورخین نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔ دوسری طرف ''بارہ ربیع الاوّل کو یوم میلاد ہونا'' دو فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح الاسناد روایت، عالی مقام تابعین، معتمد مفسرین، جید محدثین، باعظمت سیرت نگار اور مستند مؤرخین اسلام کی تائید سے ثابت ہے، جس پہ جمہورِعلماء اسلام کا اجماع موجود ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ دیوبندی، وہابی علماء کے اکابرین میں سے اہل حدیث کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب **الشمامة العنبرية فی مولد الخیر البرية** کےصفحہ نمبر ۷ اورعلمائے دیوبند کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع اپنی کتاب **سیرت خاتم الانبیاء** کے صفحہ نمبر ۱۹ پر بارہ ربیع الاوّل کو بروز پیر ہی یوم میلاد لکھتے ہیں۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ایک ماہر نجومی کے حساب کے زائچے پہ اتنا یقین کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، سلف صالحین اور جید مؤرخین کی روایات کو سرعام جھٹلا کر امت میں اختلاف و انتشار پھیلانے سے کون سے اسلام کی خدمت کی جا رہی ہے؟ مکڑی کے جالے سے کمزور دلیل کا سہارا لے کر اخلاص، محبت وعقیدت سے ذکر رسول ﷺ کی محافل کا انعقاد کرنے والوں پرفتویٰ بازی کرنا، انتہا پسندی نہیں تو کیا ہے؟

صرف اتنا عرض کرتا ہوں۔تعصب وعناد کی عینک اتاریں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ کیا محفل میلاد میں اپنائے جانے والے سارے اجزاء کی اصل قرآن و حدیث میں موجودنہیں؟ اس کے منعقد کرنے میں کون سی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے؟ اور کون سے فعل حرام کا ارتکاب ہوتا ہے؟ کیا دوسرے ناموں کے ساتھ سینکڑوں ایسے ہی

اجتماعات کا اہتمام آپ بھی نہیں کرتے؟ تو پھر خدارا اس امت مرحومہ پہ ترس کھائیں، انتہا پسندی کے فتووں سے مزید امت کو ٹکڑے نہ کریں۔ اغیار کے سامنے ہم تماشہ بن چکے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ دار العمل ہے، بعد از موت دار الجزاء ہے۔ وہاں کوئی گروہ و جماعت کام نہیں آئے گی۔ باذنہ تعالیٰ شفیعِ دو عالم صاحب میلاد نبی کریم ﷺ ہی کی ذات کام آئے گی۔

برادران اسلام! بات دراصل یہ ہے کہ فرقہ وہابیہ کا یہ منشور ہے کہ ہر وہ عقیدہ و عمل جسے سلف صالحین، اولیائے کاملین کی تائید حاصل ہو اور جس سے تاجدارِ نبوت سیدنا حضرت محمد ﷺ کی عظمت و کمال، مخلوق کے سامنے واضح ہو اور آپ ﷺ کی محبت وعقیدت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہو۔ اس کو شرک و بدعت اور حرام قرار دے کر امت کے نوجوانوں کو ان سے دور رکھتے ہیں اور علمائے ربانین کے عقائد و معمولات کے بارے میں ملت کی صفوں میں شکوک وشبہات اور اختلافات پیدا کرتے ہیں۔

آپ نے بھی دیکھا ہوگا

کہ یہی لوگ اپنی مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے بہت سارے اجتماعات شب و روز منعقد کرتے رہتے ہیں۔ سیرت کانفرنسز، علمی سیمینار، ختم بخاری، دینی مدارس کے سالانہ جلسہ دستار بندی، سیاسی جماعتوں کے جلوس، جھنڈے لہرا کر اپنے لیڈروں کا استقبال اور نعرے سب کچھ وہ کرتے ہیں، جو اس انداز سے عہد رسالت مآب ﷺ میں نہیں ہوتا تھا، عوام کے چندے سے کروڑوں روپے لگا کر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کے فتووں کے مطابق ہی ایسے کام جو حضور ﷺ کے دور میں نہیں تھے انہیں کرنا بے دینی ہے۔ خدارا آپ اس بے دینی کے کاموں پر اتنا اسراف کرنے والے کیسے دیندار لوگ ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو جواز کے کیا دلائل ہیں؟ ساتھیو! آپ ان کے ساتھ گفتگو کر کے دیکھیں، وہی دلائل پیش کریں گے جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی محفل میلاد کے حق میں ہم پیش کرتے ہیں اور یہ تردید کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ اللہ پناہ

دو رنگی چھوڑ دے ایک رنگ ہوجا
سراسر موم یا پھر سنگ ہوجا

یہ عجب دو رخی ہے!

کہ ''تبلیغی جماعت'' کے اکابرین علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب ''ہفت مسئلہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''اس میں کسی کو کلام نہیں کہ ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرورِ عالم موجب خیرات و برکات دنیوی و اُخروی ہیں'' مزید یوں رقمطراز ہیں ''اورفقیر کا یہ مشرب ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔'' **(فیصلہ ھفت مسئلہ)**

اسی طرح وہابی فرقہ کے ہی عظیم عالم نواب سید صدیق حسن خان لکھتے ہیں: کہ ''سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہوا اور شکر خدا کے حصول پر اسے نصیحت نہ کرے، وہ مسلمان نہیں۔'' **(الشمامة العنبریه)**

اس لیے خدارا سلف صالحین، محدثین اور اولیائے کاملین کے تائید شدہ عقیدہ و عمل پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے سے پہلے اتنا تو سوچ لیا کریں کہ اس کی زد میں کون کون سی شخصیات آئیں گی۔ اگر یہ طریقہ آپ جاری رکھیں گے تو اس سے شائد آپ اپنے علماء کے خود ساختہ عقیدہ کا پرچار تو کرلیں گے مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان اہل بیت اطہار، علمائے ربانین اور اولیائے کاملین کے عقائد و اعمال کے بارے میں آنے والی امت مسلمہ کو شکوک وشبہات اور بے یقینی کی چکی میں پیس دیں گے۔ جن کی جانی و مالی قربانی علمی اور عملی خدمات کی وجہ دین اسلام کا نور ہم تک پہنچا۔ یہی نفوس قدسیہ حقانیت وصداقت کی علامت ہیں اور اس حقیقت کو ویسے بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ حق ایک لازوال قوت ہے، اسے چھپایا اور مٹایا نہیں جاسکتا۔ ایک دن بول بالا حق کا ہی ہوتا ہے۔

برادران اسلام! آپ جانتے ہیں کہ اس وقت چہار دانگ عالم میں اسلام اور

داعی اسلام تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ گستاخان رسول کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ اُمت کے دلوں سے روح محمد ﷺ نکالنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ یورپ میں قادیانی احمدی اپنے لٹریچر اور نام نہاد مسلم ٹی وی کے نام سے ۲۴ گھنٹے کی نشریات میں دین اسلام کی تبلیغ کی آڑ میں اپنی بدعقیدگی کی گندگی پھیلا رہے ہیں یورپ میں بسنے والا مسلم نوجوان ان کا ٹارگٹ ہے۔ وہ ان کی اسلامی و ایمانی دنیا لوٹنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

آیئے! ایمانی آواز پر لبیک کہتے ہوئے!

اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت وعقیدت سے دل کی دنیا آباد رکھتے ہوئے قرآن وحدیث میں بیان کردہ سارے کمالات و اختیارات تسلیم کرلیں اور آپ ﷺ کی عظمت وتقدیس کا برملا اظہار کریں تاکہ ہر اِک پکار اُٹھے کہ ختم نبوت کے تاجدار صرف آپ ﷺ ہی ہیں۔

محافل میلاد کی کثرت سے جشن آمد رسول ﷺ منانے کا اہتمام کریں تاکہ نوجوان نسل سیرت رسول ﷺ، محبت و اطاعت رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہوکر اعمال صالحہ کو اپنانے کے لیے تیار ہوجائے کیونکہ ایسی محافل میں نزول رحمت اور ذوق محبت کی فراوانی ہوتی ہے جس سے قلب و روح، عشق رسول اور خوفِ خدا کے نور سے روشن ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

بصد اخلاص و ادب امت مسلمہ کی حالت زار اور جذبہ خیر اندیشی کے پیش نظر تمام کلمہ گو کی خدمت میں ہمدردانہ گزارش ہے کہ ہم سب تشدد اور انتہا پسندی کی روش سے باز آجائیں اور ''میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد'' کے ایمانی نظریہ پہ عمل کریں ان شاء اللہ تعالیٰ حلاوت و چاشنی نصیب ہوگی۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادت با سعادت پوری امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ آیئے ! اس نعمت عظمیٰ کے حصول کی خوشی ومسرت کے اظہار کے لیے اَدائے شکر کے وہ سارے کے سارے طریقے اپنائیں جنہیں قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے

اعمال کی تائید حاصل ہے۔

شرعی حدود میں رہتے ہوئے جشن میلاد رسول ﷺ کے اجلاس وجلوس میں ادب و احترام کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور درود و سلام پڑھتے ہوئے شریک ہوکر کمالاتِ تاجدارِختم نبوت ﷺ کے منکرین کو زبان حال سے جواب دیں کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والو! تمہارے زہریلے پروپیگنڈے اور گھناؤنی سازشوں کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہم خود پردیسی ضرور ہیں لیکن ایمان کو پردیسی نہ ہونے دیں گے۔ ہم پہلے بھی محمدی ﷺ تھے، اب بھی محمدی ﷺ ہیں اور مریں گے بھی محمدی ﷺ اور اٹھیں گے بھی لوائے حمد کے سائے میں محمدی ﷺ ہوکر۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آ ؤ! ساری مخلوق سے امن، محبت، اخوت کا جومحمدی پیغام ہے اسے عام کریں۔ سراپا امن ومحبت کی علامت بن جائیں یہی ایک مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ آ یئے اللہ اکبر اور یا رسول اللہ ﷺ کے نعروں سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور تاجدارِختم نبوت ﷺ کی غلامی کی قلبی تصدیق کا اقرار واظہار کریں۔

اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنَا حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیۡبِکَ الۡمُصۡطَفٰی وَاَنۡتَ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡم.

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ